قرآنِ حکیم — اوّلین مأخذِ تشریع

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی صاحب

تشریع — قانون سازی (Legislation) انسانی تمدن کی بقا اور ترقی کے لیے ایک ناگزیر شے ہے۔ نظریہ معاہدہ عمرانی کی کسی بھی تعبیر کو درست مانا جائے[1]۔ ہر صورت میں یہ نتیجہ بدیہی ہے کہ ایک با اختیار حاکم کے بغیر جو ظلم و تعدی کو مٹا کر عدل قائم کر سکے روئے زمین پر بنی نوع کی بقا ناممکن[2] ہے۔

قانون سازی کا آغاز کیسے ہوا؟ اس ضمن میں مسلم فقہاء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ اچھے کام کرے اور بدی کے کاموں سے پرہیز کرے۔ اور ان کے درمیانی درجات (مندوب، مباح اور مکروہ) کے بارے میں پوری احتیاط ملحوظ رکھے۔ تاہم نیکی اور بدی میں امتیاز اور خاص طور پر اس وقت جب کہ روزمرہ کے عام معاملات کے بجائے مہذب اور متمدن زندگی کے نازک اور پیچیدہ مسائل سے سابقہ ہو، آسان کام نہیں۔ عملی ضروریات اس بات کی متقاضی ہیں کہ تشریع (یعنی ہر مسئلہ میں نیکی اور بدی کے درجات واضح طور پر متعین کرنے) کا اختیار انسان کے ہاتھ میں ہو۔ خواہ یہ حق فرد کو دیا جائے یا فقہائے امت کو یا پھر منظم معاشرے یعنی ریاست کے پاس ہو۔ لیکن محض عقل کو نیکی اور بدی کی معرفت کا معیار مان لینے سے پیچیدہ مشکلات کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ اس امر کا نہ صرف امکان

---

[1] مختلف علماء نے نظریہ معاہدہ عمرانی کی مختلف تعبیرات کی ہیں۔ مغربی مفکرین میں ہابز، لاک اور روسو اس نظریہ کے بڑے شارح ہیں اور مسلم مفکرین میں فارابی، ابن خلدون اور شاہ ولی اللہ نے اس نظریہ کو موضوع بحث بنایا ہے۔

[2] ابن خلدون، مقدمہ، بیروت، ص ۴۹۔

ہے بلکہ واقعہ بھی یہی ہے کہ ایک ہی مسئلے پر مختلف انسانوں میں اختلاف رائے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بنی نوع انسان پر اللہ کا احسان ہے کہ اس نے عقلی ہدایت کے ساتھ نبوی ہدایت کا اہتمام بھی فرمایا اور ایسے برگزیدہ افراد کو ہادی بنا کر بھیجا جو نیکی اور بدی کے متعلق حقیقی حاکم اور شارع یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام ہم تک پہنچاتے رہے اور زندگی کے گوناگوں معاملات میں ہماری رہنمائی کرتے رہے۔ انہی مقدس ہستیوں میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اپنی حیات طیبہ میں جو اوامر و نواہی پہنچائے ہیں انہیں تمام مسلمان آخری اور قطعی حجت سمجھتے ہیں۔ یہی احکام وحی متلو اور وحی غیر متلو یعنی قرآن اور حدیث کے نام سے پکارے گئے۔ صدر اسلام کے سادہ تمدن کی ضروریات کے لیے یہ اصول کافی تھے لیکن تمدن کے ارتقار کے ساتھ انسانی ضروریات اور مسائل میں اضافہ ہو گیا اور ایسی نئی نئی صورتیں پیدا ہو گئیں جن کے بارے میں قرآن اور حدیث میں واضح ہدایات موجود نہیں تھیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آسمانی ہدایت کا یہ سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اس لیے وحی کے ذریعہ ان مسائل کے بارے میں رہنمائی حاصل کرنے کا دروازہ بھی بند ہو چکا تھا۔ لیکن ان حالات میں امتِ مسلمہ کسی قانونی بحران سے دوچار نہیں ہوئی بلکہ قرآن اور حدیث میں واضح طور پر اس امر کی ہدایات موجود تھیں کہ اہل علم کو قانون الٰہی کے علل و حکم کا ادراک حاصل کر کے استنباط و استخراج کے ذریعہ زندگی کے حرکی پہلوؤں سے متعلق قانون سازی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ مسلم فقہار نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور بہت قلیل مدت میں ایک مکمل قانونی نظام تشکیل دے دیا۔ اس قانونی نظام کی یہ خصوصیت تھی کہ اسے ایک طرف، قانون الٰہی سے مستنبط ہونے کے باعث تقدس حاصل تھا اور دوسری طرف اس میں وہ لچک اور ارتقار کی صلاحیت پیدا ہو گئی جس نے اسے زمان و مکان کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل بنا دیا[۱]۔ یہ مکمل قانونی نظام "فقہ" کہلایا۔

فقہ کا مفہوم

فقہ کا لغوی معنی کسی چیز کو تحقیق و تفتیش کے لیے کھولنا اور چیرنا۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں،

۱؎ ملاحظہ ہو توضیح التلویح، ص ۹؛ نیز ڈاکٹر محمد حمید اللہ: The Muslim conduct of state, Lahore 1973, pp 4,5

اقبال: تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (ترجمہ لاہور ۱۹۵۸ء) ص ۲۲۱،

الفقه حقيقة الشق والفتح، والفقيه العالم الذی يشق الاحکام و يفتش عن حقائقها و يفتح ما استغلق منها۔[1]

فقہ کی حقیقت تحقیق و تفتیش کرنا اور کھولنا ہے۔ فقیہ وہ عالم ہے جو احکام کی بحث و جستجو کرے۔ ان کے حقائق کی تحقیق و تفتیش کرکے اور مشکل و مغلق امور کو واضح کرے۔
امام غزالی نے فقہ کا معنی فہم و تدبر اور بصیرت بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

الفقه عبارة عن العلم والفهم، فی اصل الوضع ـ يقال: فلان يفقه الخير والشر ای يعلمه و يفهمه[2]

قرآن حکیم نے بھی فقہ کے لفظ کو فہم و بصیرت کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔
ارشاد ربانی ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ[3]

ترجمہ: پس ایسا کیوں نہ ہوا کہ مومنوں کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل آتی ہوتی کہ دین میں فہم و بصیرت پیدا کرے اور جب وہ اپنے لوگوں میں واپس جاتی تو ان کو خبردار کرتی تاکہ وہ برائیوں سے بچ جاتے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث میں فقہ کا لفظ یا اس کے مشتقات استعمال

---

[1] زمخشری، حقیقۃ الفقہ، جلد ا بحوالہ تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، صفحہ ۱۲۔

[2] غزالی، المستصفیٰ، قاہرہ، ۱۹۳۷، ۳۔

[3] قرآن، التوبہ، ۱۲۲۔

ہوئے ہیں ان میں بھی یہ لفظ فہم وبصیرت کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین۔ [1]

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی بصیرت عطا کرتا ہے۔

ایک موقع پر آپ نے صحابہ کرام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

ان رجالا یاتونکم من الارض یتفقہون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بہم خیراً۔ [2]

لوگ دور دراز سے تمہارے پاس دین کی بصیرت حاصل کرنے آئیں گے جب وہ آئیں تو، میری وصیت ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

فقہ کے مذکورہ بالا لغوی مفہوم کے پیش نظر صدر اوّل میں فقہ کا مفہوم نہایت وسیع اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی تھا۔ ملا محب اللہ بہاری لکھتے ہیں۔

ان الفقہ فی الزمان القدیم کان متناولا لعلم الحقیقۃ وھی الالھیات من مباحث الذات والصفات وعلم الطریقۃ وھی مباحث المنجیات والمہلکات وعلم الشریعۃ الظاھرۃ [3]

قدیم زمانہ میں فقہ علم حقیقت (یعنی وہ علم جس میں الٰہیات اور ذات وصفات باری سے بحث ہو)، علم طریقت (وہ علم جس میں نجات بخش اور ہلاکت آفریں اعمال وافعال کا بیان ہو) اور علم شریعت ظاہرہ (جس علم میں شریعت کے ظاہری احکام زیر بحث آئیں) سب کو شامل تھا۔

---

[1] بخاری ومسلم، کتاب العلم

[2] ترمذی، کتاب العلم

[3] ملا محب اللہ بہاری، مسلم الثبوت (حاشیہ من المصنف) مصر ۱۳۲۶، ص ۵

گویا تمام دینی علوم کے لیے جو لفظ استعمال کیا جاتا تھا وہ فقہ تھا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ سے فقہ کی جو تعریف منقول ہے وہ یہ ہے :

الفقه معرفة النفس ما لها وما عليها۔[۱]

فقہ تمام انسانی حقوق و فرائض کے علم کا نام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے علم العقائد میں جو کتاب تصنیف کی اس کا نام "الفقہ الاکبر" رکھا۔ یہ کتاب فرقہ قدریہ کے عقائد کے جواب میں لکھی گئی اور اس میں ایمان، توحید، رسالت اور معاد کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔[۲] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے وسط تک فقہ کا لفظ اپنے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا تھا بالخصوص الٰہیات یا علم کلام کو فقہ سے الگ علم نہیں سمجھا جاتا تھا۔

عباسی خلیفہ المامون (۲۱۸ھ) کے عہد میں جب یونانی فلسفہ عربی میں ترجمہ ہو کر متعارف ہوا اور اس کے اثرات سے عقائد کی سادگی ختم ہو گئی اور اس کے مباحث نے معتزلہ کے اثر سے ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لی تو عقائد کی علم کلام کے نام سے شہرت ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد علم اخلاق نے تصوف کے نام سے اپنی علیحدہ حیثیت قائم کر لی اور اب فقہ کا مفہوم محدود سے محدود تر ہو گیا۔[۳]

اس تجریدی عمل کے بعد فقہ کا جو مفہوم رائج اور مشہور ہوا اس کے مطابق فقہ کی از سر نو مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ مثلاً امام غزالی نے یہ تعریف کی ہے۔

[۴] الفقه عبارة عن العلم بالاحكام الشرعية الثابتة لافعال المكلفين خاصة۔

---

[۱] بحوالہ کمال الدین احمد البیاضی، اشارات المرام من عبارات الامام، قاہرہ ۱۹۴۹ء: ص ۲۸:۹

[۲] حیدر آباد دکن سے ۱۹۵۳ء میں طبع ہوئی۔

[۳] مسلم الثبوت، ص ۵: نیز دیکھیے ڈاکٹر احمد حسن

The Early Development of Islamic Jurisprudence, Islamabad 1970, p.3.

[۴] غزالی، المستصفیٰ، قاہرہ ۱۹۳۷ء، ص ۳

انسانی زندگی کے عملی مسائل کے متعلق احکام شرعیہ کے علم کا نام فقہ ہے۔
ملا محب اللہ بہاری نے کئی تعریفیں نقل کرکے ان پر عقلی اور منطقی انداز سے بحث کی ہے۔
ان میں سب سے مختصر تعریف یہ ہے:

الفقه حكمة فرعية شرعية۔

فقہ شرعی قوانین کے ملکہ استنباط کا نام ہے۔

ایک دوسری تعریف یوں کی گئی ہے۔

العلم بالاحكام الشرعية عن ادلتها التفصيلية [1]

فقہ شرعی قوانین کے اس علم کا نام ہے جو ان کے تفصیلی دلائل سے حاصل ہو۔

فقہ کے مفہوم میں تحدید کے بعد فقہ کا تعلق اب حسب ذیل مباحث سے ہے۔

۱۔ عبادات: وہ امور جو بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق استوار رکھتے ہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نذر اور قسم وغیرہ۔

۲۔ معاملات: وہ امور جو بندوں کے باہمی تعلقات کو استوار رکھتے ہیں۔ وہ تعلقات انفرادی ہوں یا اجتماعی، ملکی ہوں یا بین الاقوامی، فقہی اصطلاح میں ان تمام امور کے لیے "المعاملات" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے البتہ معاملات کی درج ذیل ذیلی تقسیم کی گئی ہے۔

۱۔ مناکحات یا احوال شخصیہ کے بارے میں احکام: نسل انسانی کی بقا سے متعلق قوانین جن میں نکاح، طلاق، عدت، نسب، ولایت، وصیت، وراثت وغیرہ شامل ہیں۔ ان احکام کے بارے میں قرآن میں تقریباً ۷۰ آیات ہیں۔

۲۔ احکام مدنیہ: معاشرتی اور مالی قوانین جو باہمی اشتراک عمل کے مظہر ہیں مثلاً خرید و فروخت، اجارہ، رہن، کفالہ، عاریت، امانت، ضمانت وغیرہ، ان احکام کے بارے میں تقریباً ۷۰ آیات ہیں۔

۳۔ احکام جنائیہ: ان میں جرائم اور ان کی سزاؤں سے بحث ہوتی ہے۔ قتل، چوری، تہمت

---

[1] ملا محب اللہ بہاری، مسلم الثبوت، مصر ۱۳۲۶ھ ص ۵

وغیرہ نیز قصاص، تعزیرات اور خون بہا وغیرہ۔ ان احکام کے بارے میں تقریباً ۳۰ آیات ہیں۔

۴۔ احکام مرافعات: ان میں عدالتی مسائل، قانون مرافعہ، اصول محاکمہ اور عدل بین الناس سے متعلق امور مثلاً شہادت، یمین وغیرہ زیر بحث آتے ہیں۔ اس موضوع پر تقریباً ۱۳ آیات ہیں۔

۵۔ احکام دستوریہ: ان میں نظام حکومت، حکام اور شہریوں کے باہمی حقوق و فرائض کا بیان ہوتا ہے۔ اس بارے میں تقریباً ۱۰ آیات ہیں۔

۶۔ احکام دولیہ: اس میں قومی اور بین الاقوامی معاملات اور صلح و جنگ کے احکام زیر بحث آتے ہیں۔ اس موضوع پر تقریباً ۲۵ آیات ہیں۔

۷۔ احکام اقتصادیہ و مالیہ: ان میں محروم معیشت افراد کے حقوق اور زکوٰۃ و صدقات کے مصارف، محاصل، اغنیاء اور فقراء نیز حکومت اور شہریوں کے باہمی مالی تعلقات زیر بحث آتے ہیں اور اس موضوع پر تقریباً ۱۰ آیات ہیں[1]

ماخذ کا مفہوم

اوپر جن مباحث فقہیہ کی فہرست دی گئی ہے ان سے متعلق احکامات کے لیے قرآن حکیم کی طرف رجوع کرنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ عبادات، احوال شخصیہ اور میراث وغیرہ کے مسائل ایسے ہیں جن کے تفصیلی احکامات قرآن حکیم میں موجود ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر احکام تعبدی ہیں جن میں عقل کی دراندازی کی گنجائش نہیں ہے اور تمدن کے اختلاف سے ان میں تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ ان کے علاوہ جو احکام ہیں ان میں سے بیشتر کے اصول و ضوابط اور قواعد کلیہ قرآن حکیم نے بیان کیے ہیں اور جزئی تفصیلات سے قرآن حکیم نے تعرض نہیں کیا جس کی وجہ یہ ہے کہ ان احکام کا تعلق زیادہ تر تمدن، معاشرے اور اجتماعی زندگی سے ہے جس میں احوال و کوائف کا اختلاف

---

[1] عبدالوہاب خلاف، علم اصول الفقہ، کویت ۱۹۷۲ء، صفحہ ۳۲، ۳۳۔
محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، لاہور، صفحہ ۳۰۔

وسعت اور گنجائش کا متقاضی تھا۔ چنانچہ قواعد اساسیہ بیان کرکے تفصیلات طے کرنے کی ذمہ داری ان فقہاء اور اہل علم پر چھوڑ دی جن کا ان مخصوص حالات سے سابقہ ہے۔ اپنی انہیں ضروریات کے لیے جب فقہاء کسی مسئلہ کا حل کسی قاعدہ کلیہ سے متعین طریقوں کے مطابق مستنبط کرتے ہیں تو وہ قاعدہ کلیہ اس حکم کا ماخذ کہلاتا ہے۔ گویا کسی علم کے ماخذ سے مراد وہ مقامات ہوتے ہیں۔ جہاں سے اس کے ضوابط بلا واسطہ اور بنیادی طور پر حاصل کیے جا سکیں۔ فقہاء اسلام نے فقہ اسلامی کے چار ماخذ شمار کرائے ہیں۔

۱۔ الکتاب ـــــ قرآن حکیم

۲۔ السنتہ

۳۔ اجماع

۴۔ قیاس

زیر نظر مقالہ میں ان مآخذ میں سے صرف پہلے ماخذ یعنی الکتاب پر بحث کی جائے گی۔

الکتاب

فقہ اسلامی کا پہلا ماخذ قرآن حکیم ہے۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کتاب اللہ اسلامی قانون کا اولین اور بنیادی ماخذ ہے۔ یہ آیات اس قدر واضح ہیں کہ ان میں کسی تاویل اور اختلاف رائے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل آیات بطور خاص توجہ کی مستحق ہیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰہُ۔ [1]

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو سمجھایا ہے۔

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ [2]

---

[1] قرآن: النساء، ۱۰۵

[2] النساء، ۶۵

ترجمہ: پس آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہو آپ کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور سر تسلیم خم کر دیں۔

فان تنازعتم فی شیئٍ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر۔ [1]

ترجمہ: پس اگر تم میں باہم کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹا لیا کرو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

افحکم الجاھلیۃ یبغون ؕ ومن احسن من اللہ حکمًا لقوم یوقنون۔ [2]

تو کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں اور جو قوم یقین رکھتی ہے اس کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے۔

فاحکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوائھم۔ [3]

آپ لوگوں کے درمیان اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ کیجیے اور ان لوگوں کی خواہش پر عمل نہ کیجیے۔

ان الحکم الا للہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین۔ [4]

حکم تو اور کسی کا نہیں بجز اللہ کے، وہی حق بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

ان الحکم الا للہ امر الا تعبدوا الا ایاہ ذلک الدین القیم۔ [5]

---

[1] القرآن النساء: ۵۹

[2] ایضاً المائدہ ۵۰

[3] ایضاً المائدہ ۴۸

[4] ایضاً، الانعام ۵۷

[5] ایضاً یوسف، ۴۰

حکم صرف اللہ ہی کا حق ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کیجائے
یہی دین مستقیم ہے۔

ولا تدع مع الله الہا اخر لا الہ الا ھو کل شیء ھالك الا وجہہ
لہ الحکم والیہ ترجعون۔[1]

ترجمہ: اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود بنا کر نہ پکارو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات
کے سوا ہر شے فنا ہونے والی ہے حکومت صرف اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب
لوٹائے جاؤ گے۔

وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمہ الی اللہ[2]

ترجمہ: جس چیز میں بھی تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔

انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم
بینہم ان یقولوا سمعنا واطعنا۔[3]

ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ
رسول ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ کہہ اٹھتے ہیں، ہم نے سن لیا اور مان لیا۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك ھم الفسقون۔[4]

جو کوئی اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ
نافرمان ہیں۔

---

[1] ایضاً، العنکبوت ۸۸
[2] ایضاً، الشوریٰ ۱۰
[3] ایضاً، النور ۵۱
[4] ایضاً، المائدہ ۴۷

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظلمون ۔[1]

جو کوئی اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون ۔[2]

اور جو کوئی اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

قرآن حکیم کے بارے میں یہ امر ذہن نشین رہے کہ یہ اصطلاحی معنوں میں کوئی قانونی ضابطہ (Legal code.) نہیں ہے بلکہ یہ اسلامی قانون کا اصل الاصول ہے۔ اسلامی شریعت میں اس کی حیثیت وہی ہے جو ملکی قوانین میں دستور کی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن حکیم میں قانونی نوعیت کے کچھ عام اصول اور قواعد وضوابط موجود ہیں اور چند ایک مسائل میں قرآن نے بعض جزئیات کے احکام بھی بتائے ہیں لیکن قرآن حکیم کا اصل مقصد بنی نوع انسان کو ایک ایسا طریق حیات دینا ہے جو بندے کے بندے اور بندے کے خالق کائنات سے تعلقات کو استوار کرے چنانچہ میراث، مناکحات، صلح وجنگ، حدود وتعزیرات اور بیع وشرا کے قوانین بندوں کے باہمی تعلقات کو خوشگوار رنگ دینے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم کی اخلاقی تعلیمات بھی ان تعلقات کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لیے ہیں۔ جب ہم قرآن کے دستوری احکام کو دیکھتے ہیں تو ان میں بھی ہمیں دستوری اور اخلاقی تعلیمات کا ایک حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ کہیں انسان کے ضمیر کو بیدار کرنے کے لیے غور وفکر کی دعوت دی جاتی ہے تو کہیں ترغیب وترہیب کا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے اور کہیں اللہ کی صفات مثلاً سمیع، علیم اور قدیر وغیرہ کی یاد دہانی کرا کے قوانین کی پابندی کے لیے انسان کو شعوری طور پر آزادانہ رضامندی سے آمادہ کیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم نے درحقیقت مستقبل میں قانون سازی کے لیے بنیادیں مہیا کی ہیں[3]۔ جب ہم ان اصولوں کا جائزہ لیتے ہیں جن پر قرآن مجید نے قانون کی بنیاد رکھی ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے

---

[1] ایضاً، ۴۵

[2] ایضاً، ۴۴

[3] ڈاکٹر احمد حسن، کتاب مذکور، ص ۴۴

کہ ان سے نہ تو فکر انسانی پر کوئی روک قائم کی گئی ہے اور نہ وضع آئین و قوانین پر۔ اس کے برعکس ان میں جو وسعت، رواداری اور گنجائش موجود ہے اس سے ہمارے غور و فکر کو اور بھی تحریک ہوتی ہے۔ ؎۱

جب ہم قرآن کی تاریخ تنزیل کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف آیات کے پس منظر میں اسبابِ نزول کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے۔ قرآن کبھی کسی معاشرتی مسئلہ میں رہنمائی کے لیے نازل ہوتا، کبھی کسی سوال کے جواب میں اور کبھی کسی اور مخصوص موقع پر۔ ان مواقع پر جہاں قرآن اس متعین واقعہ میں راہنمائی کرتا تھا وہاں وہ عام اصول اور ضوابط بھی بیان کر دیتا اور اسلامی نظام تشریع میں ان اصولوں کو بے پناہ اہمیت حاصل ہے۔

ایک عام قاری جب قرآن کے دستوری اور آئینی پہلو کو پیش نظر رکھ کر اس کا مطالعہ کرے تو اسے شدید مایوسی ہوگی کہ قرآن نے کہیں بھی دستوری دفعات اور قانونی شقوں کی کوئی فہرست نہیں دی اس کے باوجود قرآن میں کئی ایسی آیات موجود ہیں جن میں قرآن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ایک کامل و مکمل دین پیش کرتا ہے اور کوئی چھوٹی یا بڑی بات ایسی نہیں جو اس نے نظر انداز کر دی ہو۔ لیکن یہ الجھن تب پیدا ہوگی جب اس امر سے تجاہل برتا جائے کہ قرآن حکیم خلا میں نازل نہیں ہوا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن ایک متحرک معاشرے میں ایک زندہ نبیؐ پر نازل ہوا اور اس نبی کا اولین فریضہ یہ تھا کہ وہ قرآن کی عملی تفسیر پیش کرے۔ چوں کہ قرآن کے ساتھ اس کی تفسیر و تشریح کرنے کے لیے ایک زندہ نبیؐ موجود تھے اس لیے قرآن نے صرف عام ہدایات پر اکتفا کیا اور تفصیلات و توضیحات کی ذمہ داری نبی پر چھوڑ دی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اپنے آپ کو کتاب قانون نہیں بلکہ کتاب ہدایت کہتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی ضمانت دیتا ہے اور مسلمانوں کو آپ کی سنت کے اتباع کا پابند کرتا ہے ؎۲

اب ہم ان اصولوں کا مطالعہ کرتے ہیں جو قرآنی تشریع کی اساس ہیں۔

؎۱ اقبال، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ (ترجمہ) ص ۲۵۷

؎۲ ڈاکٹر احمد حسن، کتاب مذکور، ص ۴۴-۵

تشریع قرآنی کے اصول

قرآن حکیم نے فقہ و تشریع کی بنیاد تین اصولوں پر رکھی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن حکیم نے کسی جگہ بالترتیب ان اصولوں کو گنوا کر انہیں اساس تشریع قرار دیا ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کے اوامر و نواہی میں غور کرنے اور انسانی مزاج و طبیعت کو مدنظر رکھ کر مختلف احوال و کوائف میں احکام کے تغیر و تبدل کا مطالعہ کرنے سے یہ تینوں اصول تشریع قرآنی میں جاری و ساری نظر آتے ہیں۔ یہ اصول درج ذیل ہیں:

۱۔ عدم حرج

۲۔ قلت تکلیف

۳۔ تدریج

بعض علماء نے نسخ کو اس میں شامل کر کے چار اصول گنوائے ہیں[۱]، لیکن اس پر ہم الگ سے گفتگو کریں گے۔

۱۔ عدم حرج

حرج عربی زبان میں غیر معمولی تنگی کو کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حرج کی تفسیر ضیق سے کی ہے[۲] لیکن اس لفظ کی پوری وضاحت اس بیان سے ہوتی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حرج کے کیا معنی ہیں، انہوں نے کہا کیا تم عربی نہیں ہو جو اس کا معنی پوچھتے ہو۔ پھر قبیلہ ہذیل کے ایک آدمی کو بلوایا اور اس سے پوچھا،

ما الحرج ؟

حرج کے کیا معنی ہیں؟

---

[۱] ملاحظہ ہو، صبحی محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام (ترجمہ) لاہور ۱۹۸۱ء، ۲۳۹۔ ۵۰، محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر لاہور، ۸۰۔

[۲] رازی، تفسیر کبیر، پارہ ۱۷، الحج، صفحہ ۱۲۸۔ زمخشری، تفسیر کشاف، صفحہ ۲۹۲۔

وہ بولا:

الحرج من الشجر ما لیس لہٗ مخرج۔ [۱]

ترجمہ: حرج اس جھاڑی کو کہتے ہیں جس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔

عربی لغت کے ماہر عالم زجاج (م ۳۱۱ھ/۹۲۳ء) کہتے ہیں۔

الحرج: ضیق الضیق۔ [۲]

ترجمہ: حرج غیر معمولی تنگی کو کہتے ہیں۔

قرآنی اصول تشریع میں عدم حرج سے مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم کے اوامر و نواہی میں یہ امر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ قوانین میں انسانوں کے لیے آسانی اور سہولت کا پہلو ہو۔ ایسے قوانین نہ ہوں جو انسانی استطاعت سے ماوراء اور انسانی طاقت سے باہر ہوں۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات سے عدم حرج کے اصول کی تائید ہوتی ہے مثلاً:

۱- یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ [۳]

اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے۔ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔

۲- ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم۔ [۴]

اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں تنگی میں ڈال دے بلکہ وہ تمہیں پاک صاف کرنا چاہتا ہے۔

۳- وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ [۵]

اللہ نے دین کے معاملے میں تمہیں تنگی میں مبتلا نہیں کیا۔

قرآن حکیم نے ایک مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت بیان کرتے

۱۔ ایضاً: لسان العرب، ۲: ۲۳۴

۲۔ ابن منظور: لسان العرب، ۲: ۲۳۴

۳۔ قرآن، البقرہ، ۱۸۵

۴۔ ایضاً، المائدہ، ۶

۵۔ ایضاً، الحج، ۷۸

ہوئے کہا ہے:

و یضع عنہم اصرھم والاغلال التی کانت علیہم۔[1]

جو بوجھ اور بیڑیاں اب تک ان پر تھیں وہ اتارے دیتا ہے۔

ملا جیون (۱۳۰۲ھ/۱۷۱۸ء) نور الانوار میں اصر و اغلال کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصر و اغلال کے مفہوم میں وہ تمام احکام و اعمال داخل ہیں جن میں دشواری ہو اور معمول سے زیادہ مشقت اٹھانی پڑے۔[2]

مولانا ابوالکلام آزاد نے اصر و اغلال کے چند مظاہر بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

یہ بوجھ کیا تھے؟ یہ پھندے کون سے تھے؟ جن سے قرآن نے رہائی دلائی۔ قرآن نے دوسرے مقامات پر انہیں واضح کر دیا ہے۔ مذہبی احکام کی بے جا سختیاں، مذہبی زندگی کی ناقابل عمل پابندیاں، ناقابل فہم عقیدوں کا بوجھ، وہم پرستیوں کا انبار، عالموں اور فقیہوں کی تقلید کی بیڑیاں، پیشواؤں کے تعبد کی زنجیروں یہ بوجھل رکاوٹیں تھیں۔ جنھوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے دل و دماغ مقید کر دیے تھے۔ پیغمبر اسلام کی دعوت نے ان سے نجات دلائی۔ اس نے سچائی کی ایسی سہل اور آسان راہ دکھادی جس میں عقل کے لیے کوئی بوجھ نہیں، عمل کے لیے کوئی سختی نہیں۔

حنیفیۃ السمحۃ لیلہا کنہارھا۔[3]

۶۔ قرآن حکیم نے ہمیں اس دعا کی تعلیم دی:

ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ۔[4]

---

[1] ایضاً، الاعراف، ۱۵۷

[2] ملاحظہ ہو نور الانوار

[3] ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، تفسیر الاعراف، ۱۵۷

[4] قرآن، البقرہ، ۲۸۶

اے ہمارے رب! ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجو جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔
اے ہمارے رب ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالیے جس کو ہم سہار نہ سکیں۔
حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے جواب میں فرمایا: فعلت یعنی میں یہ کام کر چکا۔[1]
گویا عدم حرج کی دعا قبول ہو چکی۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث مبارکہ سے بھی عدم حرج کے اصول پر استدلال کیا گیا۔ ایسی تمام روایات کا استقصا اس مختصر سے مقالہ میں ممکن ہے نہ مطلوب، بطور نمونہ چند ایک روایات پیش کی جاتی ہے۔

(۱) آپ کا ارشاد ہے:

بعثت بالحنفية السمحة۔[2]

میں آسان دین حنیفی دے کر بھیجا گیا ہوں۔

(۲) آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو بعض دینی اور انتظامی معاملات سپرد کرتے ہوئے ہدایت فرمائی۔

یسرا ولا تعسرا و بشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا۔[3]

آسانی پیدا کرنا، مشکل میں نہ ڈالنا، لوگوں کو رغبت دلانا، انہیں متنفر نہ کرنا اور باہمی تعاون کے جذبہ کو ابھارنا، اختلاف نہ ڈالنا۔

(۳) ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔[4]

---

[1] تفسیر جلالین، ص ۲۶
[2] مسند احمد بن حنبل: ۵: ۲۶۶
[3] صحیح بخاری: کتاب الاداب ۸۰
[4] مسند احمد: ۱: ۳۱۳

اسلام میں نہ تو کسی کو تکلیف دینا ہے اور نہ خود تکلیف اٹھانا۔

ان آیات اور احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ احکام خداوندی کی بجاآوری میں کسی قسم کی تنگی اور تکلیف اٹھانی پڑے تو ان احکام میں ترمیم و تنسیخ کر دی جائے اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے تو انسان کے مکلف ہونے کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ فقہا نے قرآن اور حدیث کے احکام کی روشنی میں حرج کی حد بندی کی ہے۔

امام شافعی لکھتے ہیں:

حرج درحقیقت تنگی کو کہتے ہیں، وہ مشقتیں جو عادتہً روزانہ کے کام کاج میں ہوتی ہیں حرج میں داخل نہ ہوں گی، لغوی اعتبار سے نہ شرعی اعتبار سے۔ ورنہ مطلقاً حرج سے گلو خلاصی تو ممکن ہی نہیں۔ کسی نہ کسی درجہ میں حرج کا ہونا شرعی حکمت میں داخل ہے تاکہ انسان کی آزمائش ممکن ہو۔ اگر کسی حکم پر عمل درآمد کے نتیجہ میں اس سے زیادہ اہم بات میں کوتاہی ہوتی ہے مثلاً کوئی کام کرنے سے ترک واجب یا ارتکاب حرام کی نوبت آتی ہے تو اس نوع کے حرج کو ختم کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک اصول دین کی حفاظت کا تعلق ہے تو وہ انسانی جان اور جوارح پر مقدم ہیں[1]

۲۔ قلت تکلیف

قلت تکلیف عدم حرج کا لازمی نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم اور ملت کو کبھی تکلیف مالا یطاق نہیں دی۔ البتہ امم سابقہ کو گاہے گاہے ایسے امور کا مکلف ضرور کیا جن میں خاصی مشقت اٹھانا پڑتی تھی[2] امت محمدیہ پر اللہ کا یہ خصوصی انعام ہے کہ اسے غیر معتاد مشقت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

---

[1] الموافقات، ۲: ۱۰۹، ۱۵۳

[2] قرآن، الانعام، ۱۴۶

۱- لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔[1]

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی ہی تکلیف دی ہے جتنی برداشت کرنے کی وہ طاقت رکھتا ہے اور اسے آسانی سے برداشت کرلیتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ امور شرعیہ کی ادائیگی میں اسے انتہائی طاقت اور پورا زور لگانا پڑے۔[2]

۲- یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔[3]

ترجمہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تمہارے لیے سہولت اور نہیں چاہتا تمہارے لیے دشواری

۳- یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا۔[4]

ترجمہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہلکا کرے تم سے (پابندیوں کا بوجھ) اور پیدا کیا گیا ہے انسان کمزور

(۴) ہمیں یہ دعا سکھائی گئی۔

ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا

ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ۔[5]

ترجمہ اے ہمارے رب نہ ڈال ہم پر بھاری بوجھ جیسے تو نے ڈالا تھا اُن پر جو ہم سے پہلے گزرے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار نہ ڈال ہم پر وہ بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم میں قوت نہیں

حدیث میں ہے کہ اس دعا کے جواب میں اللہ نے فرمایا قد فعلت (میں نے کر دیا)[6]

۵- یاایہا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم و

ان تسئلو عنہا حین ینزل القران تبد لکم۔

---

[1] القرآن: البقرہ: ۲۸۶

[2] ملاحظہ ہو تفسیر کبیر، کشاف، تفسیر قاسمی و دیگر تفاسیر متداولہ

[3] قرآن، البقرہ، ۱۸۵

[4] قرآن، النساء، ۲۸

[5] ایضاً، البقرہ، ۲۸۶

[6] ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی ذیل آیت البقرہ، ۲۸۶؛ تفسیر ابن کثیر۔ [7] القرآن، المائدہ، ۱۰۱

ترجمہ: اے ایمان والو مت پوچھا کرو ایسی باتیں کہ اگر ظاہر کی جائیں تمہارے لیے تو بری لگیں تمہیں اور اگر پوچھو گے ان کے متعلق جب کہ اترر ہا ہے قرآن تو ظاہر کر دی جائیں گی تمہارے لیے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ایک ارشادات اور آپ کے ذاتی طرز عمل سے اس اصول کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔

ما خیر بین شیئین الا اختار ایسرھما ما لم یکن اثما۔[۱]

آپ کو جب بھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں آسان ترین کو اختیار فرمایا جبکہ وہ گناہ نہ ہو۔

(۲) ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وحرم اشیاء فلا تنتھکوھا وسکت عن اشیاء رحمۃ لکم من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا۔[۲]

ترجمہ: اللہ نے فرائض مقرر کر دیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو، حدود کا تعین کر دیا ہے ان سے تجاوز نہ کرو، جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کی پردہ دری نہ کرو، جن چیزوں کے بارے میں بغیر بھولے محض تم پر رحمت کرتے ہوئے، خاموشی اختیار کی ہے ان کے متعلق کرید نہ کرو"

(۳) مسواک کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے:

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل وضوء۔[۳]

ترجمہ: اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔

اسی نوع کی بے شمار آیات و احادیث ہیں جن سے شریعت کا یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ احکام و قوانین میں آسانی اور سہولت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے نہ کہ ایسی مشقت اور تکلیف کو جس سے انسان کا حوصلہ جواب دے جائے چنانچہ سفر کی حالت میں نماز میں قصر اور روزہ چھوڑنے کی اجازت پانی نہ ملنے یا استعمال نہ کر سکنے کی صورت میں تیمم اور اضطرار کی حالت میں حرام چیزوں کا حلال ہو جانا اسی اصول پر مبنی ہے۔[۴]

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب المناقب، ص ۲۰۳ [۲] رازی، تفسیر کبیر، ۱۱: ۰۴ [۳] صحیح بخاری، کتاب الجمعہ [۴] الموافقات، ۲: ۱۳۲

دنیا میں کوئی بھی کام ایسا نہیں جس کی انجام دہی کے لیے کسی قسم کی تکلیف یا کسی درجے میں بھی مشقت برداشت نہ کرنا پڑے۔ ضروریات زندگی کی فراہمی اور حصول معاش کے لیے بھی انسان کو گوناگوں مشقتوں سے گزرنا پڑتا ہے اور قرآنی تصریحات کے مطابق اوامر ونواہی شریعت کا مقصد انسانی زندگی میں نظم وضبط پیدا کرنا اور نفس کو خواہشات کی پیروی سے باز رکھ کر خوب و ناخوب سے روشناس کرانا اور نیک و بد میں فرق کر کے اخذ و ترک کی بصیرت اور عادت پیدا کرنا ہے۔ یہ کام بجائے خود مشقت کا متقاضی ہے اس لیے فقہاء نے قلت تکلیف کے اصول کی وضاحت کی ہے تاکہ دین سہل پسند اور آوارہ منش لوگوں کے ہاتھوں میں بازیچۂ اطفال نہ بن جائے چنانچہ مشقت یا تکلیف کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ تکلیف معتاد

۲۔ تکلیف غیر معتاد

تکلیف معتاد سے مراد ایسی محنت ہے جس سے زندگی میں کسی حالت میں مفر نہیں اور انسان کو اتنی طاقت اور ہمت دی گئی ہے کہ وہ محنت کر سکے۔ امام شاطبی لکھتے ہیں:

> جہاں تک نفس مشقت کا تعلق ہے انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو اس سے خالی ہو حتیٰ کہ انسان کو کھانے پینے اور زندگی کے دوسرے معمولات پورا کرنے کے لیے بھی مشقت اٹھانا پڑتی ہے لیکن یہ اس طرح کی مشقت ہے کہ جسے انجام نہ دینے والے کو لوگ سست اور کاہل کہتے ہیں۔ پس یہ مشقت انسان کی عادت میں داخل ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ شرعی احکام وقوانین کی پابندی میں اس نوع کی مشقت بھی نہ پائی جائے۔"[1]

تکلیف غیر معتاد سے مراد ایسی مشقت ہے جو عادت میں داخل نہیں یا اس کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ انسان کے لیے مہلک یا مضر ثابت ہوتی ہے تو اس مشقت کو احکام شرعیہ

---

[1] الموافقات، ۲: ۱۲۳۔

میں تخفیف اور سہولت سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ تکلیف غیر معتاد کے بارے میں شاطبی لکھتے ہیں:

"اگر کام کی نوعیت ایسی ہو کہ اس پر دائمی عمل سے جان و مال نقصان ہوتا ہو یا کام کرنے والے کی حالت میں مضر تغیر واقع ہوتا ہو جس سے اسے لازمی طور پر کام چھوڑنے یا اس میں تخفیف کرنے پر مجبور ہونا پڑے تو اس قسم کی مشقت "تکلیف غیر معتاد" ہے۔ اور یہی وہ قسم ہے جس کے بارے میں شریعت نے تخفیف اور سہولت کی راہیں نکالی ہیں"[1]

۳۔ تدریج

قرآن حکیم کا تیسرا اصول تشریع تدریج ہے۔ قرآن پورے کا پورا یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ اس کے نزول کی کل مدت بائیس سال دو ماہ اور بائیس دن ہے۔ قرآن حکیم کے نجماً نجماً نازل ہونے میں بہت سی حکمتیں ہیں جن میں سے کئی ایک کا قرآن نے خود ذکر کیا ہے[2] اس ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت غور طلب ہے، وہ فرماتی ہیں:

انما نزل اول ما نزل سورة من المفصل فيها ذكر الجنة والنار حتى اذا ثاب الناس الى الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اول شیء لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدا۔[3]

ترجمہ: پہلے قرآن حکیم میں مفصل (سورہ الحجرات سے والناس تک) کی وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ جم گئے تو حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے اگر پہلے دن ہی یہ حکم نازل ہوتا کہ شراب نہ پیو

---

[1] رفع حرج اور قلت تکلیف پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے مذکورہ کتاب ۲: ۱۰۷ ـــــ ۱۶۷

[2] قرآن، الفرقان: ۳۲

[3] صحیح بخاری: فضائل القرآن

تو لوگ کہہ اُٹھتے کہ ہم شراب نہیں چھوڑ سکتے اور اگر ابتدا میں ہی زنا چھوڑنے کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہتے کہ ہم اس سے باز نہیں آ سکتے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ حکیم نے معاشرے کی تربیت کا طریق کار اختیار کیا اور اس میں تدریج کو پیشِ نظر رکھا۔ مکہ معظمہ میں قرآن حکیم کا جو حصہ نازل ہوا اس میں مختلف امور اور معاملات کے اصول موجود ہیں ان کی تفصیلات نہیں ہیں۔ مثلاً عائلی زندگی کی اساسیات کا ذکر مکی دور کی آیات میں موجود ہے لیکن اس پر متفرع ہونے والے احکام نکاح وطلاق، اور عدت، حقوق زوجین اور ہبہ و وراثت وغیرہ کی تفصیلات مدینہ میں نازل ہوئیں۔

حرمتِ زنا سے متعلق آیت مکہ میں نازل ہوئی لیکن اس پر جاری ہونے والی حدود اور اس سے متعلق دیگر مسائل مدنی دور میں نازل ہوئے۔

قتل نفس کی حرمت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کے بارے میں تفصیلات مدنی زندگی میں آئیں۔ تشریع میں تدریج کی سبب سے واضح مثال حرمت خمر ہے۔ اس سے متعلق سب سے پہلی آیت مکہ میں نازل ہوئی[۱]

جس میں کھجور اور انگور سے حاصل ہونے والی شراب کو "رزق حسن" کے بالمقابل ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا کہ شراب رزق حسن نہیں بلکہ "خبیث" ہے۔ اس کے بعد دوسری آیت میں "اثمهما اکبر من نفعهما"[۲] کہہ کر تحریم خمر کی طرف مزید پیش قدمی کی گئی۔ پھر تیسری آیت میں "لا تقربوا الصلوة وانتم سكارى"[۳] کا حکم دے کر تحریم کا جزوی نفاذ کیا گیا اور آخر میں اسے "رجس من عمل الشيطن"[۴] قرار دے کر تاکیداً یہ بتایا کہ شراب صرف حرام ہی نہیں بلکہ ناپاک بھی ہے۔

---

[۱] قرآن، النحل، ۶۷

[۲] قرآن، البقرہ: ۲۱۹

[۳] القرآن: ۴: ۴۳

[۴] ایضاً، ۵: ۹۰

قرآنِ حکیم کے اس اندازِ تشریع سے یہ اصول اخذ کیا گیا ہے کہ قانون کے اجرا میں تدریجی طریق کار اختیار کرنا چاہیئے۔ ابتدائی مرحل میں قوانین کم ہونے چاہئیں اور زیادہ زور تعلیم وتربیت پر دینا چاہیئے۔ تاکہ انسان کے اندر سے قانون کی پابندی کا جذبہ پھوٹ پھوٹ کر نکلے قوانین اوپر سے نہ مسلط کیے جائیں۔ پھر جوں جوں فضا تیار ہوتی جائے زندگی کے تمام شعبوں میں شرعی قوانین کا نفاذ کر دیا جائے۔

اگر ہم قرآن کے اس اصول تشریع کو اپنے حالات کے تناظر میں دیکھیں تو کئی ایک نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ اولاً یہ امر قابلِ غور ہے کہ کیا جب اور جہاں اسلامی قوانین کے نفاذ کا مرحلہ درپیش ہو تو اصول تدریج پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ بجا ہے کہ قرآن حکیم جس دور اور جن حالات میں نازل ہوا اس وقت اس نے تدریج کو پیش نظر رکھا لیکن نہ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کے دور میں حلقہ بگوش اسلام ہونے والے قبائل کے لیے تدریج کو روا رکھا ہے اور نہ صحابہ کرام کے عہد میں اسلام کے زیرِ نگیں آنے والے ممالک میں اس اصول پر عمل کیا گیا بلکہ اسلام کے حلقہ میں آنے والے تمام نئے افراد، اقوام اور علاقوں کو مکمل اسلام کو قبول کرنے کا پابند کیا گیا ہے اور ادخلوا فی السلم کافّۃ کے تقاضے پورے کیے گئے ہیں۔ ثانیاً ہمارے پاس کوئی ایسا معیار نہیں ہے جس کے مطابق ہم تدریجی ترتیب قائم کر سکیں اور یہ فیصلہ کریں کہ اب پہلا مرحلہ مکمل ہو گیا ہے اور قوم دوسرے مرحلے کی قبولیت کے لیے تیار ہے بلکہ اس طریق کار کو اپنانے سے دین کی پابندیوں سے نجات کے خواہاں افراد کو فرار کے لیے شرعی اجازت نامہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ نفاذ شریعت کے تدریجی عمل کو ایک لامتناہی سلسلہ سے بدل دیتے ہیں۔ ثالثاً اگر آج کے حالات میں تدریج کو نفاذ شریعت کے لیے ضروری سمجھا جائے تو ضروری ہے کہ اس کی ترتیب وہی ہو جو قرآن اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی ہے۔ اس ترتیب تدریج میں صحت عقائد اور اداء فرائض کے بعد ہر فرد کی معاشی کفالت کی ذمہ داری کا نمبر ہے اور حدود و تعزیرات آخر میں ہیں۔ اگر ہم حدود و تعزیرات کے نفاذ سے اسلام کے تدریجی نفاذ کا

آغاز کرتے ہیں تو یہ درحقیقت ترتیب معکوس بلکہ عکس تدریج ہے اور اس سے وہ مقصد بھی پورا نہیں ہوتا جو تدریج میں ملحوظ رکھا گیا ہے یعنی پہلے افراد کی تربیت کا اہتمام کیا جائے اور پھر انہیں قوانین کا پابند بنایا جائے۔

نسخ

نسخ کا اصطلاحی معنی ہے "کسی شرعی دلیل کی بنا پر کسی دینی حکم کا بالکل اُٹھ جانا اور ختم ہو جانا"[1] قرآن حکیم میں نسخ کے وجود کے بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں۔ علماء کی اکثریت امکان نسخ کی قائل ہے جب کہ ابو مسلم اصفہانی[2] اور ان کے پیرو کار قرآن حکیم میں نسخ کے سرے سے قائل نہیں ہیں۔ دورِ حاضر کے علماء کی ایک جماعت بھی قرآن میں امکان نسخ کی قائل نہیں ہے۔ منکرین نسخ کی دلیل یہ ہے کہ اگر نسخ فی القرآن کو تسلیم کیا جائے تو اس سے خدا پر بدا کا الزام آتا ہے یعنی اللہ کو بعد میں کوئی بات سوجھی تو اس نے پہلے حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم نازل کر دیا۔ لیکن یہ دلیل چنداں وقیع نہیں ہے کیوں کہ جس قوم اور جن افراد کے لیے احکام نازل ہوتے ہیں ان کے حالات تغیر پذیر ہوتے ہیں۔ اس لیے حالات کے بدلنے سے احکامات میں تبدیلی آتی ہے۔

قائلین نسخ اپنے حق میں دلائل دیتے ہوئے شرائع من قبلنا کے نسخ کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ کہ قرآن حکیم میں ہے:

---

[1] تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو صبحی صالح: المباحث فی علوم القرآن؛ تفسیر القاسمی، ج ۱؛ زرقانی: مناہل العرفان، ج ۱؛ سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن؛ زیر عنوان "الناسخ والمنسوخ" اور آیت ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا۔

[2] محمد بن بحر ابو مسلم اصفہانی (م ۳۲۲) معتزلی المذہب مفسر تھے۔ ان کی تفسیر "جامع التاویل" کے نام سے معروف ہے۔

ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم ۔[1]

نیز ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا ۔[2]

سے بھی وجود نسخ پر استدلال کیا گیا ہے۔

لیکن ان دلائل سے زیادہ سے زیادہ قرآن میں نسخ کا امکان ثابت ہوتا ہے۔ وقوع نسخ صرف روایت سے ثابت ہو سکتا ہے درایت سے نہیں۔ اس لیے اس کے ثبوت کی تین صورتیں ممکن ہیں:

۱۔ قرآن حکیم میں اس مضمون کی کوئی آیت موجود ہو کہ فلاں حکم جو پہلے تھا اب منسوخ کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الان فزوروھا ۔[3]

قرآن میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں ہے۔

۲۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا کوئی واضح حکم موجود ہو کہ فلاں آیت اب منسوخ کر دی جاتی ہے۔ ایسا بھی کوئی حکم نہیں ہے۔

۳۔ بعض آیات کے احکام باہمی متعارض ہوں اور ان میں توفیق ممکن نہ ہو۔ نسخ فی القرآن کی بحث اسی تیسری صورت کی بنیاد پر ہوئی ہے۔

جب دو آیات یا روایات میں باہمی تعارض پیدا ہو جائے تو سب سے پہلی صورت تطبیق و توفیق کی ہوتی ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو حدیث میں ترجیح کا اصول چلتا ہے کیوں کہ وہاں روایات میں قوت و ضعف موجود ہوتا ہے لیکن قرآن میں ایسا نہیں ہے اس لیے قرآن میں ترجیح کا اصول نہیں چل سکتا۔ بلکہ ترجیح کے بعد کا اصول نسخ جاری کیا جاتا ہے۔ اور اس میں بعد میں نازل ہونے والی آیت کو پہلی کے لیے ناسخ قرار دیا

---

[1] قرآن: آل عمران: ۵۰

[2] قرآن، البقرہ: ۱۰۶

[3] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، ۱۰۶

جاتا ہے۔

آیات میں تعارض کی صورت میں ہمیشہ نسخ ہی کا قول نہیں کیا جاتا بلکہ تعارض رفع کرنے کے اور حل بھی ہیں۔ مثلاً جہاں قرآن کی کسی آیت سے دوسری آیت کا حکم جزوی طور پر متاثر ہوا واسے تنسیخ کی بجائے تخصیص کہتے ہیں جیسے حرمت علیکم امہاتکم الآیۃ نے فانکحوا ما طاب لکم من النساء" کے عام حکم کو جزوی طور پر متاثر کیا ہے۔ اس نوع کی مثالوں کو متقدمین نسخ کہتے تھے جب کہ یہ تخصیص کی مثال ہے۔ متاخرین علماء نسخ کا معنی یہ کرتے ہیں کہ پہلا حکم مطلقاً رفع ہو جائے۔ متقدمین اور متاخرین کے اس اصطلاحی اختلاف کی وجہ سے آیات منسوخ کی تعداد میں بہت زیادہ اختلاف ہو گیا ہے۔ متقدمین نے تقریباً پانسو آیات کو منسوخ بتایا ہے جب کہ علامہ سیوطی نے الاتقان میں اور ابن العربی نے احکام القرآن میں صرف اکیس آیات کو منسوخ قرار دیا ہے۔[1]

شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں اکیس آیات کا ذکر کیا جن کو سیوطی نے منسوخ مانا تھا اور ان میں سے سولہ آیات کے محمل متعین کر دیئے اور پانچ آیات کو منسوخ قرار دیا۔[2] لیکن مولانا عبیداللہ سندھی اور مفتی محمد عبدہ کی رائے یہ ہے کہ قرآن حکیم میں امکان نسخ کے باوجود ایسا کوئی تعارض موجود نہیں ہے جس میں تطبیق، توجیہ یا توفیق ممکن نہ ہو۔

شاہ ولی اللہ نے جن پانچ آیات کو منسوخ بتایا ہے ان کے بارے میں مولانا عبیداللہ سندھی کی رائے ہے کہ وہ بھی منسوخ نہیں ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ ایسی آیات ہیں جن کا محمل متعین کرنا بہت آسان تھا اور شاہ ولی اللہ نے جمہور کی رائے کا احترام کرتے ہوئے ان پانچ آیات کو چھوڑ دیا تاکہ لوگ خود غور و فکر کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ قرآن میں نسخ کا وجود نہیں ہے۔

---

[1] بعض مفسرین نے آیات منسوخہ کی تعداد میں اضافہ کرنے کو اپنی مساعی فکر کا نقطہ ارتکاز بنا لیا تھا اور ان سے عجیب و غریب لطیفے بھی سرزد ہوئے۔ ان کی کچھ تفصیلات ملاحظہ کرنا چاہیں تو دیکھیے المباحث فی علوم القرآن۔ صفحہ ۲۶۲، ۲۹۱۔

[2] ملاحظہ ہو الفوز الکبیر، باب دوم۔ وجوہ خفائے نظم قرآن "بحث ناسخ و منسوخ"

مولانا سندھی کہتے ہیں عمومًا کے طور پر شاہ ولی اللہ نے کتب علیکم اذا حضر احدکم
الموت ان ترک خیراً الوصیۃ للوالدین والاقربین ۔ [1]

کو آیت میراث سے منسوخ قرار دیا ہے۔ لیکن میرے لیے یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔
کیوں کہ میری والدہ غیر مسلمہ ہے اور اختلافِ دین کی وجہ سے وہ میری وارث نہیں ہو سکتی
اس لیے مجھ پر واجب ہے کہ اگر میں مرنے لگوں اور وہ بقید حیات ہوں تو ان کے لیے وصیت
کر جاؤں۔ اسی طرح بیٹوں کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں ہوتا لیکن دادا پر واجب ہے کہ
مذکورہ آیت پر حصہ" الاقربین "پر عمل کرتے ہوئے اس کے لیے وصیت کر جائے [2]

اگر ہم مسئلہ نسخ کو درایت کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو یہ بات بے معنی سی ہے کہ کوئی
حکم موجود ہو اور اس کے بارے میں آیت اٹھائی گئی ہو یا آیت موجود ہو اور اس کا کوئی عملی فائدہ نہ
ہو اور اس کے حکم پر کسی حالت میں عمل کرنے کی کوئی صورت نہ ہو۔ اس لیے جدید دور کے مفسرین
منسوخ التلاوۃ اور منسوخ الحکم وغیرہ کی پوری تقسیم کو بے معنی قرار دیتے ہیں۔

اوپر کی بحث سے یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ نسخ کا اصول اپنی اہمیت کے باوجود قرآن کے
اصول تشریع کا جزء نہیں بن سکتا بلکہ آیات منسوخ کی تعداد میں تقلیلی رجحان کا قرن بہ قرن ارتقاء
اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ حالات کے تغیر، نئے پیش آمدہ مسائل کی گوناگونی اور مسائل کے
نئے گوشوں کے سامنے آنے کے باعث اس نقطہ نظر کو تقویت ملتی ہے کہ قرآن میں کوئی ایسا تعارض
نہیں جس کے لیے نسخ کا قول کرنا پڑے۔

افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا
فیہ اختلافاً کثیراً [3]

---

[1] قرآن: البقرہ ۱۸۰:۲

[2] لیکچر پروفیسر حافظ احمد یار سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

[3] قرآن: النساء ۸۲:۴

اسباب نزول

قرآن حکیم تقریباً تیئس سال میں نجماً نجماً نازل ہوا۔ اس میں مختلف واقعات پر تبصرے، مشکلات کے حل میں رہنمائی، سوالات کے جوابات اور اسی نوعیت کی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو تاریخی پس منظر رکھتی ہیں۔ تاہم وحی کا کمال یہ ہوتا ہے کہ خاص واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی وہ ایسی بات ضرور کرتی ہے جو عام انسانیت کے لیے موجب ہدایت ہو۔ درحقیقت وحی انسان کی کسی ذہنی کمی، فکری گمراہی یا عملی خرابی کی نشان دہی کرتی ہے اور جس واقعہ پر تبصرہ ہو رہا ہوتا ہے وہ انسان کی اسی کمی اور کمزوری کا ایک مظہر ہوتا ہے۔[1]

بعض مفسرین نے شاید یہ سمجھ لیا کہ قرآن حکیم کی تقریباً ہر آیت کسی واقعہ اور سبب پر نازل ہوئی ہے چنانچہ انہوں نے واقعات جمع کرنے شروع کر دیے اور اکثر آیات کے اسباب نزول میں واقعات بیان کر دیے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی ہر آیت سبب نزول سے وابستہ نہیں ہے۔ سبب نزول کے نقطہ نظر سے قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو تین قسم کی آیات سامنے آتی ہیں۔

۱۔ بعض آیات ایسی ہیں کہ سبب نزول کے بغیر ان کو سمجھنا ممکن نہیں۔ آیت کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ کوئی تاریخی پس منظر ہے مثلاً۔

اذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم۔[2]

کی آیت بتلاتی ہے کہ کوئی وعدہ تھا جس کا قرآن میں ذکر نہیں ہے۔

اور اسی طرح اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصوی۔[3]

کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ آیت کسی تاریخی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

---

[1] الفوز الکبیر فی اصول التفسیر: باب دوم، اسباب نزول۔

[2] قرآن، الانفال: ۷

[3] ایضاً: ۴۲۔

۲۔ کچھ آیات ایسی ہیں کہ ان کا تاریخی پس منظر ہوتا ہے۔ اور اگر وہ پس منظر معلوم ہو تو آیت کی وضاحت ہو جاتی ہے لیکن اگر پس منظر نہ معلوم ہو تو بھی آیت کا مفہوم سمجھ آجاتا ہے جیسے۔

وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیبا۔ [1]

ترجمہ: اور انہوں نے بنا رکھا ہے اللہ کے لیے اس سے جو پیدا فرماتا ہے فصلوں اور مویشیوں سے مقرر حصہ

ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ۔ [2]

ترجمہ، نہیں مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ

وغیرہ آیت میں عربوں کی رسوم کا ذکر ہے۔ اگر یہ رسوم ہمیں معلوم ہوں تو آیات کا مفہوم زیادہ واضح ہو جاتا ہے اور اگر نہ معلوم ہو سکیں تب بھی آیات کا مطلب سمجھ میں آجاتا ہے۔

۳۔ بے شمار آیات جو احکام، تذکیر بایام اللہ اور تذکیر بالموت وما بعد الموت سے متعلق ہیں ان کا کوئی تاریخی پس منظر نہیں ہوتا۔ ان کا پس منظر بیان کرنا محض تکلیف ہے۔

اسباب نزول کے سلسلہ میں ایک اہم بحث یہ ہے کہ جو آیات تاریخی پس منظر کے ساتھ وابستہ ہیں ان میں کیا عموم الفاظ کا اعتبار ہو گا یا خصوصی موارد کا۔ اس ضمن میں تمام صحابہ اور امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ خصوصی سبب کا اعتبار نہیں ہو گا بلکہ عموم اطلاق کا اعتبار ہو گا یعنی قرآن حکیم اگر عرب کے معبودان باطل اور ان کے معاشرے میں رائج مشرکانہ رسوم کی تردید کرتا ہے تو اس سے شرک کی تردید عام مراد ہو گی اس کا مظہر خواہ کچھ بھی ہو کیوں کہ خصوصی سبب عموم اطلاق کو مانع نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام جو اسباب نزول بیان کرتے تھے اس میں وسعت ہوتی تھی اور ہمیں ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ بعد میں پیش آنے والے کسی واقعہ کو پہلے سے نازل شدہ کسی آیت کا سبب نزول بتایا گیا ہے۔ اور اس میں

---

[1] قرآن: الانعام، ۱۳۶

[2] ایضاً: المائدہ، ۱۰۳

یہی اصول پیش نظر رہا ہے[1]

شارع نے جن احکام کا ہمیں مکلف بنایا ہے ان کی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔ واجب

۲۔ حرام

۳۔ مباح

۴۔ مندوب

۵۔ مکروہ

افعالِ عباد کو شارع کے احکام کے تناظر میں دیکھا جائے تو منطقی طور پر ان کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ یا تو شارع کی طرف سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ ہوگا یا کسی کام سے باز رہنے کا یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا بندے کو اختیار دیا گیا ہوگا۔ پہلی صورت میں یعنی جب کسی کام کی انجام دہی کا مطالبہ ہو تو اگر اس کے ترک پر سزا اور عقوبت کا ذکر ہو تو وہ فعل واجب ہے اور اگر سزا کا ذکر نہ ہو تو مندوب یا مستحب۔ اسی طرح جس فعل سے روکا گیا ہے اگر اس کے کرنے پر سزا سے ڈرایا گیا ہو تو وہ فعل حرام ہے ورنہ مکروہ۔ اور اگر شارع نے مکلف کو اختیار دیا ہو تو فعل مباح ہے[2]

قرآن حکیم نے کسی بھی فعل کو واجب یا مستحب قرار دینے کے لیے نہ تو ہر جگہ امر کا صیغہ استعمال کیا اور نہ ہی امر کا صیغہ صرف وجوب یا استحباب کے لیے لیا بلکہ جہاں طلب فعل کے لیے متعدد اسالیب اختیار کیے وہاں امر کا صیغہ متعدد تقاضوں کے لیے استعمال کیا گیا۔ قرآن نے صیغۂ امر سات طریقوں سے استعمال کیا ہے:

۱۔ وجوب کے لیے: جیسے "امنوا باللہ ورسلہ"[3] یا "اقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوٰۃ"[4]

---

[1] اسباب نزول پر تفصیلی بحث کیلئے ملاحظہ ہو اسباب النزول از نیشاپوری اور لباب النقول من اسباب النزول للسیوطی

[2] الغزالی: المستصفی، ۱: ۴۲

[3] القرآن: النساء، ۴: ۱۳۶

[4] ایضاً: البقرہ، ۲: ۴۳

۲۔ استحباب کے لیے: جیسے "وافعلوا الخیر" اور "احسنوا"۔[۲]

۳۔ اباحت کے لیے: جیسے: فکلوا مما امسکن علیکم۔[۳]

۴۔ بہتر طریق کار اختیار کرنے کی فہمائش کے طور پر جیسے، واشہدوا اذا تبایعتم۔[۴]

۵۔ چیلنج اور ڈانٹ کے انداز میں، جیسے: فاتوا بسورۃ من مثلہ۔[۵]

۶۔ زجر و توبیخ کے طور پر، جیسے: واستفزز من استطعت منہم بصوتک۔ واجب علیہم بخیلک ورجلک وشارکہم فی الاموال والاولاد وعدہم۔[۶]

۷۔ دعا اور سوال کے لیے، جیسے ربنا تقبل منا۔[۷]

امر در حقیقت کسی کام کو لازم اور ضروری کرنے کے لیے [illegible] ہے اس لیے مذکورہ بالا سات طریقوں میں سے آخری تین یعنی چیلنج، زجر و توبیخ اور دعا کے لیے استعمال ہونے والا امر کا صیغہ بالاتفاق صرف صورۃً امر ہے حقیقتاً امر نہیں ہے۔ البتہ استحباب فہمائش اور اباحت کے لیے استعمال ہونے والا صیغۂ امر بعض علماء شافعیہ کے نزدیک حقیقتاً امر کے لیے ہے لیکن امام کرخی، جصاص اور دیگر اکثر علماء و فقہاء ان صیغوں کو بھی صورۃً یا مجازاً امر کہتے ہیں۔ حقیقتاً امر وہی صیغہ ہے جس کے ذریعہ کوئی کام کرنے کا وجوباً حکم دیا گیا ہو اور جس کا ترک معصیت ہو اس اعتبار سے صرف پہلی قسم ہی حقیقتاً امر ہے۔[۸]

---

[۱] القرآن: الحج ۷۷

[۲] ایضاً، البقرہ ۱۹۵

[۳] ایضاً، المائدہ: ۴

[۴] قرآن: البقرہ: ۲۸۲

[۵] ایضاً: ۲۳

[۶] ایضاً، الاسراء: ۶۵

[۷] ایضاً البقرہ: ۱۲۷

[۸] اصول السرخسی ۱: ۱۴-۱۶

اسالیب امر

قرآن حکیم میں طلب فعل کے لیے ہمیشہ امر کا صیغہ "افعل کذا" استعمال نہیں ہوتا بلکہ فرضیت فعل کے لیے متعدد اسلوب اختیار کیے گئے ہیں مثلاً۔

(۱) کہیں لفظ "امر" کے مشتقات استعمال کئے جاتے ہیں جیسے۔

ا۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ [۱]

اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

ب۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا [۲]

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ لوگوں کی امانتیں ان کو پہنچا دیا کرو۔

(۲) کہیں "کتب" اور اس کے مشتقات کے ذریعہ فرضیت فعل کا اظہار کیا گیا ہے۔ جیسے۔

(ا) کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ۔ [۳]

اللہ تعالیٰ نے تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص فرض کیا ہے۔

(ب) کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ۔ [۴]

جب تم میں سے کسی کی موت قریب آجائے اور وہ مال چھوڑ رہا ہو تو اس پر وصیت فرض کی گئی ہے۔

(ج) کتب علیکم الصیام [۵]

تم پر روزے فرض کیے گئے۔

---

[۱] قرآن، النحل، ۹۰

[۲] ایضاً، النساء، ۵۸

[۳] ایضاً، البقرہ، ۱۷۸

[۴] ایضاً، ۱۸۰

[۵] ایضاً، ۱۸۳

(د) کتاب اللہ علیکم۔[1]

اللہ نے تم پر فرض کیا۔

(ھ) ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔[2]

نماز تمام مؤمنوں پر مقررہ وقت پر فرض ہے۔

(د) ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم۔[3]

اور رہبانیت کو انہوں نے جو تراش لیا تھا، ہم نے ان پر فرض نہیں کی۔

۱) کہیں "فرض" کا لفظ استعمال کر کے فعل کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ جیسے: قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم۔[4]

ہمیں وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیبیوں کے بارے میں فرض کیے ہیں۔

۲) کہیں امر کے صیغہ سے فعل کو واجب کیا گیا ہے، جیسے۔

(ا) حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ، وقوموا للہ قانتین۔[5]

سب نمازوں کی بالعموم اور درمیانی نماز کی بالخصوص محافظت کرو اور اللہ کے سامنے عاجز بن کر کھڑے ہو جاؤ۔

(ب) اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا[6]

جب کسی جتھے سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ثابت قدم رہو۔

۳۔ کبھی وجوب فعل کا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے جیسے:

---

[1] قرآن: النساء، ۲۴

[2] ایضاً، ۱۰۳

[3] ایضاً، الحدید، ۲۷

[4] ایضاً، الاحزاب، ۵۰

[5] ایضاً، البقرہ، ۲۳۸

[6] ایضاً، الانفال، ۴۵

(ا) و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً۔[1]

اللہ کے لیے لوگوں کے ذمہ بیت اللہ کا حج ہے، جو وہاں پہنچنے کی طاقت رکھے۔

(ب) وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف۔[2]

اور بچے کے باپ کے ذمہ ہے ان کی ماؤں کا کھانا اور کپڑا قاعدے کے مطابق

(ج) وعلی الوارث مثل ذلک۔[3]

وارث پر بھی اسی قدر واجب ہے۔

(د) وللمطلقت متاع بالمعروف۔[4]

مطلقہ عورتوں کے لیے حق ہے کہ انہیں دستور کے مطابق فائدہ پہنچایا جائے۔

۶۔ کہیں امر کے لیے خبر کا صیغہ استعمال کیا گیا یعنی جن لوگوں پر کسی فعل کو واجب قرار دینا مقصود ہے ان کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ یہ کام کرتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ انہیں یہ کام کرنا چاہیئے، جیسے؛

(ا) والمطلقت یتربصن بانفسہن ثلٰثۃ قروء۔[5]

طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک نکاح سے روکے رکھتی ہیں۔

(ب) والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن
بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا۔[6]

تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ بیویاں اپنے آپ

---

[1] قرآن: آل عمران/۹۷

[2] ایضاً البقرہ/۲۳۳

[3] ایضاً/۲۳۳

[4] ایضاً/۲۴۱

[5] ایضاً/۲۲۸

[6] ایضاً/۲۳۴

کو چار ماہ دس دن تک نکاح سے روکے رکھتی ہیں۔

یہ اسلوب کبھی تو وجوب کے لیے ہوتا ہے اور کبھی نص میں ہی ایسا اشارہ موجود ہوتا ہے جس سے معلوم ہو کہ اس سے وجوب مراد نہیں ہے، جیسے:

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ۔[۱]

مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلاتی ہیں۔ یہ بات ان کے لیے ہے جو مدت رضاعت پوری کرنا چاہتے ہیں۔

لمن اراد ان یتم الرضاعۃ کے الفاظ اس امر کا قرینہ ہے کہ یرضعن وجوب کے لیے نہیں ہے۔

(۷) کبھی فعل مطلوب کو کسی شرط کی جزا بنا کر ذکر کیا گیا ہے جیسے۔

(ا) فمن کان منکم مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام آخر۔[۲]

پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے۔

(ب) وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الیٰ میسرۃ۔[۳]

اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے کشائش تک مہلت دی جائے۔

(۸) کہیں کسی فعل کے لیے لفظ خیر استعمال کر کے اس کا حکم دیا گیا ہے جیسے۔

یسئلونک عن الیتامیٰ قل اصلاح لھم خیر۔[۴]

لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ فرما دیجیے، ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا ہی بہتر ہے۔

---

[۱] ایضاً، ۲۳۳

[۲] ایضاً، ۱۸۴

[۳] ایضاً، ۲۸۰

[۴] ایضاً، ۲۲۰

اسالیب نہی

قرآن حکیم نے امر کی طرح نہی (کسی فعل سے روکنے) کے لیے بھی مختلف اسلوب اختیار کیے ہیں۔

(۱) صریح نہی کے الفاظ، جیسے

(ا) وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ [۱]

بے حیائی، برائی اور ظلم سے روکتا ہے۔

(ب) انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم۔ [۲]

اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہوں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو یا نکالنے میں مدد دی ہو۔

(۲) صریح حرمت کے الفاظ، جیسے:

(ا) حرمت علیکم امھاتکم۔ الایۃ۔ [۳]

تم پر تمہاری مائیں حرام کر دی گئیں۔

(ب) انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن۔ [۴]

میرے رب نے بے حیائی کو حرام قرار دے دیا ہے خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ

(ج) حرم ذلک علی المومنین۔ [۵]

یہ مسلمانوں پر حرام ہیں۔

---

[۱] قرآن، العنکبوت: ۴۵

[۲] ایضاً، الممتحنۃ: ۹

[۳] ایضاً، النساء: ۲۳

[۴] ایضاً، الاعراف: ۳۳

[۵] ایضاً، النور: ۳

۳۔ کہیں کسی چیز کے بارے میں عدمِ حلت کی تصریح کی گئی ہے جیسے:

(ا) لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا۔ [1]

تمہارے لیے حلال نہیں کہ جبراً عورتوں کے وارث ہو جاؤ

(ب) ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن [2]

ان عورتوں کے لیے حلال نہیں کہ اللہ نے جو کچھ ان کے رحموں میں پیدا کیا اسے چھپائیں۔

۴۔ کہیں نہی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے کہ فلاں کام نہ کرو۔ یا اسے چھوڑ دو وغیرہ، جیسے:

(ا) لا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ [3]

بدکاری کے قریب نہ جاؤ، یہ بے حیائی کا کام ہے۔

(ب) وذروا ظاھر الاثم وباطنہ۔ [4]

گناہ کو چھوڑ دو خواہ وہ ظاہر ہو یا چھپا ہو۔

(ج) ودع اذاھم۔۔ [5]

ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذا کا خیال چھوڑ دو

۵۔ کہیں کسی فعل کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ نیکی نہیں ہے۔ جیسے:

(ا) لیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا۔ [6]

اس میں کوئی نیکی نہیں کہ گھروں کے پچھواڑے سے گھر میں داخل ہوا کرو۔

۶۔ کہیں کسی فعل کو شر قرار دیا گیا ہے، جیسے:

---

[1] قرآن: ۱۹

[2] ایضاً، البقرہ: ۲۲۸

[3] ایضاً، الاسراء، ۳۲

[4] ایضاً: الانعام، ۱۲۰

[5] ایضاً: الاحزاب، ۴۸

[6] ایضاً، البقرہ، ۱۷۷

ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاھم اللہ من فضلہ ھو خیرلھم بل ھو شر لھم۔ [1]

ہرگز خیال نہ کریں وہ لوگ جو ایسی چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دی ہیں کہ یہ بخل ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ وہ ان کے لیے بہت برا ہے۔

(۷) کہیں کسی فعل کو نفی کے صیغہ میں بیان کیا گیا ہے لیکن اس سے مراد نہی ہے، جیسے:

(ا) فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین۔ [2]

اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر سختی نہیں ہوگی:

(ب) لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ ۔ [3]

کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف نہیں پہنچانی چاہیئے اور نہ ہی کسی باپ کو اسکے بچے کی وجہ سے۔

(۸) کہیں کسی فعل کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسے:

(ج) ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ۔ [4]

جو گواہی کو چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہوگا۔

(۹) کہیں کسی فعل پر عذاب کی دھمکی اور آخرت کی سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔ جیسے:

(ا) والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ۵ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم [5]

---

[1] قرآن، آل عمران، ۱۸۰

[2] ایضاً، البقرہ، ۱۹۳

[3] ایضاً ۲۳۳

[4] ایضاً ۲۸۳

[5] ایضاً، التوبہ، ۳۴-۳۵

جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دو، جس دن وہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔

(ب) الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس۔ [1]

جو لوگ سود کھاتے ہیں، قیامت کے روز نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح ایسا شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان لپٹ کر خبطی بنا دے۔

اسالیب تخییر

ایسے افعال جن کے بارے میں اللہ نے بندوں کو اختیار دیا ہے، اس کے لیے بھی مختلف اسالیب استعمال کیے گئے ہیں۔

۱۔ کہیں فعل یا متعلقات فعل کو حلال قرار دیا گیا جیسے:

(ا) احلت لکم بھیمۃ الانعام۔ [2]

تمہارے لیے مویشی / چوپائے حلال کیے گئے ہیں۔

(ب) احل لکم الطیبت وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم [3]

تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے۔

۲۔ کہیں یہ بتایا گیا ہے کہ فلاں کام کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے جیسے:

---

[1] قرآن: البقرہ، ۲۷۵

[2] ایضاً، المائدہ، ۱

[3] ایضاً، ۵

(ا) فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ [1]

جو شخص مضطر ہو اور نہ لذت کا طالب اور نہ حدود سے تجاوز کرنے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔

(ب) فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی [2]

جو شخص دو دن کی جلدی کر لے اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو دو دن کی تاخیر کر لے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ اس شخص کے لیے جو اللہ سے ڈرے۔

۳۔ کہیں گناہ کی نفی کی گئی ہے، جیسے

(ا) لیس علیکم ولا علیہم جناح بعدھن۔ [3]

ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ ان پر۔

(ب) لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحات جناح فیما طعموا [4]

اہل ایمان اور اچھے اعمال والوں پر کوئی گناہ نہیں اس چیز کے بارے میں جو وہ کھاتے پیتے ہیں۔

قرآنی احکام

اوپر قرآنی احکام کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

- عبادات
- معاملات

ذیل میں انہی دونوں اقسام کے بارے میں قرآنی تشریع کی بعض مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

عبادات

نماز: عبادات میں اہم ترین عبادت نماز ہے۔ قرآن حکیم نے نماز کی فرضیت جس قدر اہتمام سے

---

[1] قرآن، البقرہ، ۱۷۳

[2] ایضاً، البقرہ، ۲۰۳

[3] ایضاً، النور، ۵۹

[4] ایضاً، المائدہ، ۹۳

بیان کی ہے اس قدر اہتمام کسی دوسری عبادت کا نہیں ملتا۔ مختلف انداز سے نماز کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ کبھی نماز کی پابندی کا صریح حکم دیا گیا ہے کبھی نماز کی پابندی کرنے والوں کی تعریف اور نماز سے غفلت برتنے والوں کی مذمت کی گئی۔ مثلاً قرآن حکیم میں نماز کے بارے میں بعض اہم احکام یہ ہیں:

۱۔ نماز کی فرضیت

ارشاد ربانی ہے:

ان الصلوة كانت على المومنين كتابا موقوتا۔ [۱]

نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے۔

۲۔ اوقات صلاۃ

قرآن حکیم نے اگرچہ صراحۃً نمازوں کی تعداد، ان کے اوقات اور رکعات کی تعداد نہیں بتلائی تاہم بعض آیات میں ایسے اشارے دیے ہیں جن سے نمازوں کے اوقات جاننے میں مدد ملتی ہے:

اقم الصلوة طرفي النهار وزلفا من الليل۔ [۲]

ترجمہ: نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں۔

اقم الصلوة لدلوك الشمس الى غسق الليل وقران الفجر

ان قران الفجر كان مشهودا۔ [۳]

ترجمہ: آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرا پھیلنے تک نمازیں ادا کیجیے اور صبح کی نماز کیوں کہ صبح کی نماز فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے۔

فسبحن الذی حين تمسون وحين تصبحون وله الحمد

---

[۱] قرآن، النساء، ۱۰۳۔

[۲] ایضاً، ہود، ۱۱۴۔

[۳] ایضاً، بنی اسرائیل، ۷۸۔

فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون۔ [1]

ترجمہ: پس تم اللہ کی تسبیح کرو، شام کے وقت اور تمام آسمانوں اور زمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے اور زوال کے بعد اور ظہر کے وقت۔

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی۔ [2]

ترجمہ: سب نمازوں کی محافظت کرو بالخصوص درمیانی نماز کی۔

۳۔ بدن کی طہارت

قرآن حکیم نے نماز کے لیے طہارت کو شرط قرار دیا ہے۔ بدن کی طہارت کے بارے میں ارشاد ہے:

یایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین، وان کنتم جنبا فاطہروا، وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ۔ [3]

ترجمہ: اے مومنو! جب نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ۔ اگر تم ناپاک ہو تو سارا بدن پاک کرو۔ البتہ اگر بیمار ہو یا سفر پہ ہو اور تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا اپنی بیوی کے پاس ہو کر آ اور پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس زمین پر سے ہاتھ پھیر لیا کرو۔

---

[1] قرآن، الروم، ۱۷۔

[2] ایضاً، البقرہ، ۲۳۸

[3] ایضاً، المائدہ، ۷۔ اسی مضمون کی ایک آیت النساء ۴۳ پر ملاحظہ ہو۔

۴- لباس کی طہارت

ارشاد فرمایا:

وثیابك فطهر۔ [1]

ترجمہ: اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

۵- خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنا

ارشاد باری ہے:

فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيثما كنتم فولوا

وجوهكم شطره۔ [2]

اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیا کرو۔ اور جہاں کہیں تم ہو اپنے چہروں کو اسی کی طرف پھیرو۔

۶- نماز کی کیفیت

نماز کی کیفیت، رکوع، سجود، قیام اور خشوع وخضوع وغیرہ کا بکثرت ذکر آتا ہے:

یاایها الذین امنوا ارکعوا واسجدوا۔ [3]

ترجمہ: اے مومنو! رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو۔

وقوموا لله قانتين۔ [4]

ترجمہ: اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ کھڑے ہوا کرو۔

۷- نماز جمعہ کے اہتمام کا حکم

ارشاد ہے:

یاایها الذین امنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا

---

[1] قرآن، المدثر، ۴۔

[2] ایضاً، البقرہ، ۱۵۰۔

[3] ایضاً، الحج، ۷۷۔

[4] ایضاً، البقرہ، ۲۳۸۔

الی ذکر اللہ وذروا البیع ۔ [1]

ترجمہ: اے مومنو! جب جمعہ کے روز نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

۸۔ صلوۃ الخوف کا حکم

قرآن حکیم نے نماز کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ مسلمان میدان جنگ میں دشمن کے سامنے کھڑے ہوں اور اس حالت میں نماز کا وقت آجائے اور وہ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں تو نماز ادا کرنے کی تفصیلی ترکیب بتاتے ہوئے نماز کی تاکید کی ہے۔ اس نماز کو صلوۃ الخوف کہتے ہیں۔ [2]

زکوٰۃ

زکوٰۃ کو قرآن حکیم نے اس قدر اہمیت دی ہے کہ بالعموم اقامت صلوۃ اور ایتاء زکوٰۃ کا حکم ساتھ ساتھ آیا ہے۔ جس طرح نماز عبادات کی اساس ہے اسی طرح زکوٰۃ معاشی اعتدال توازن اور معاشرتی حسن روابط کی بنیاد ہے۔ قرآن حکیم نے بعض مقامات پر زکوٰۃ کا الگ سے ذکر بھی کیا ہے اور اس کے کئی ایک احکامات بتائے ہیں:

فرضیت زکوٰۃ

وہ تمام آیات جن میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے فرضیت زکوٰۃ کی دلیل ہیں۔ ان سب کا استقصاء یہاں مطلوب نہیں ہے۔ ایک موقع پر زکوٰۃ کی فرضیت کا مستقلاً اس طرح حکم دیا گیا:

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ [3]

---

[1] قرآن، الجمعہ، ۹۔

[2] صلوۃ الخوف کے بارے میں قرآن کا حکم دیکھیے، النساء: ۱۰۲۔

[3] قرآن، التوبہ، ۱۰۳۔

ترجمہ: آپ ان کے اموال سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے جس کے ذریعے آپ ان کو پاک اور صاف کردیں گے۔

عشر کی فرضیت

جو زکوٰۃ زرعی پیداوار پر فرض ہوتی ہے اسے عشر کہتے ہیں۔ اس کی فرضیت کو الگ سے بیان کیا گیا:

کلوا من ثمره اذا اثمر واتوا حقه یوم حصاده۔[1]

ترجمہ: ان کی پیداوار کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو شریعت نے مساکین کا حق مقرر کیا ہے وہ اسے کاٹنے کے دن ادا کردیا کرو۔

یاایها الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض۔[2]

ترجمہ: اے مومنو! اپنی کمائی کے پاکیزہ مال سے خرچ کرو اور جو ہم تمہیں زمین سے پیداوار دیتے ہیں اس میں سے بھی۔

قرآن حکیم نے اموال کی مختلف اقسام میں زکوٰۃ کا نصاب نہیں بتایا اس کی تفصیلات سنت سے معلوم ہوتی ہیں جو اس خصوصی شمارہ کے دوسرے مقالہ کا موضوع ہے۔ البتہ قرآن نے مصارف زکوٰۃ متعین کردیے ہیں۔

مصارف زکوٰۃ

ارشاد ربانی ہے:

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم

---

[1] قرآن: التوبہ، ۱۰۳۔

[2] ایضاً: الانعام، ۱۴۱۔

وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ
من اللہ واللہ علیم حکیم۔ [1]

ترجمہ: صدقات صرف فقراء، مساکین، عاملین زکوٰۃ کا اور جن لوگوں کی دلجوئی کرنا مقصود ہو
ان کا حق ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرض داروں کی مدد میں اور اللہ کی راہ میں
اور مسافروں کے لیے ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے۔

روزہ

روزوں کے بارے میں قرآن حکیم نے متعدد احکام بیان کیے ہیں۔

۱۔ روزوں کی فرضیت

یاایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من
قبلکم لعلکم تتقون۔ [2]

ترجمہ: اے مومنو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے
گئے تھے تاکہ تم متقی بن سکو۔

فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔ [3]

ترجمہ: تم میں سے جو اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔

۲۔ روزوں کی تعداد

ایاما معدودات [4]

گنتی کے چند دن۔

---

[1] قرآن:

[2] ایضاً: البقرہ، ۱۸۳

[3] ایضاً، ر، ۱۸۵

[4] ایضاً، ر، ۱۸۴

نیز ابھی اوپر جو آیت گزری ہے فمن شھد منکم الشھر اس سے ان ایام کا تعین کر دیا کہ یہ مدت ایک ماہ ہے۔

۳۔ قضاء کا حکم

اگر کسی شرعی عذر کی بنا پر کوئی شخص رمضان میں روزے نہ رکھ سکے تو جتنے روزے اس کے چھوٹ جائیں اتنے بعد میں قضا کر کے گنتی مکمل کر لے۔

ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر

ترجمہ: جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کر لے۔

۴۔ روزے کے وقت کا تعین

کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل۔[2]

ترجمہ: کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے متمیز ہو جائے پھر رات تک روزہ پورا کرو۔

۵ رمضان کی راتوں میں بعض آسانیاں

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم۔[3]

ترجمہ: تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا حلال کیا گیا ہے۔

۶۔ اعتکاف کی حالت میں پابندی

ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد۔[4]

اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو جب تم مسجد میں اعتکاف کر رہے ہو۔

---

[1] قرآن، البقرہ، ۱۸۴۔

[2] ایضاً ، ۱۸۷۔

[3] ایضاً ، ۱۸۲۔

[4] ایضاً ، ۱۸۷۔

حج بیت اللہ

قرآن حکیم نے امت مسلمہ کو خانہ کعبہ کا طواف اور حج کے دیگر مناسک ادا کرنے کا حکم دیا اور اس کے لیے خاص دن مقرر کیے۔ حج بیت اللہ کے بارے میں قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر متعدد احکام بیان کیے ہیں۔

۱۔ خانہ کعبہ کا احترام

● ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین فیہ اٰیات بینٰت مقام ابراھیم ومن دخلہ کان اٰمنا۔[۱]

ترجمہ: جو مکان سب سے پہلے لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے جو بابرکت ہے اور جہان بھر کے لیے باعث ہدایت ہے اس میں بڑی واضح نشانیاں ہیں، انہیں میں سے مقام ابراہیم ہے۔ جو شخص اس گھر میں داخل ہو گیا مامون ہو گیا۔

● جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس۔[۲]

ترجمہ: اللہ نے کعبہ کو جو احترام والا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب بنا ہے۔

۲۔ فرضیت حج

● وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً۔[۳]

ترجمہ: اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض کیا گیا ہے یعنی ان لوگوں کے لیے جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔

● واتموا الحج والعمرۃ للہ۔[۴]

---

[۱] قرآن، آل عمران، ۹۶۔

[۲] ایضاً، المائدہ، ۱۰۰۔

[۳] ایضاً، آل عمران، ۹۷۔

[۴] ایضاً، البقرہ، ۱۹۶۔

ترجمہ: حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔

۳۔ حج کے لیے اوقات کا تعین

الحج اشھر معلومات۔[1]

حج کا زمانہ چند مقرر مہینے ہیں (یعنی شوال، ذوقعدہ اور ذوالحجہ کا پہلا عشرہ۔

۴۔ حجاج کے لیے بعض پابندیاں

فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔[2]

ترجمہ: جو شخص ان مہینوں میں حج اپنے آپ پر فرض کرلے تو نہ کوئی فحش بات کرے نہ کوئی نافرمانی کرے اور نہ کسی قسم کا جھگڑا کرے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام ولا الھدی ولا القلائد ولا امین البیت الحرام یبتغون فضلاً من ربھم ورضوانا۔[3]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں قربانی کے علامتی پٹے پڑے ہوئے ہیں اور نہ ان لوگوں کی جو بیت الحرام کی زیارت کے ارادے سے اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی کی تلاش میں جارہے ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ھدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مساکین

---

[1] قرآن، البقرہ، ۱۹۷۔

[2] ایضاً

[3] ایضاً، المائدہ، ۲۔

او عدل ذلک صیاما۔ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ کرو اور جو شخص تم میں سے جان بوجھ کر شکار کو قتل کرے گا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس جانور کے مساوی جانور کی قربانی دے جو اس نے قتل کیا ہے اور اس کا فیصلہ دو عادل مسلمان کریں گے اور وہ کفارہ قربانی کا جانور ہے جسے کعبہ تک پہنچایا جائے یا مساکین کو کھانا دیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھے جائیں۔

۵۔ طواف کا حکم

ولیطوفوا بالبیت العتیق۔ [2]

اور اس مامون گھر کا طواف کریں۔

۶۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا حکم

ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ [3]

ترجمہ: تحقیق صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان چکر لگائے۔

۷۔ عرفات اور مزدلفہ کا وقوف

فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ھدٰکم وان کنتم من قبلہ لمن الضالین، ثم افیضوا من حیث افاض الناس، واستغفروا اللہ۔ [4]

---

[1] قرآن، المائدہ، ۹۵۔

[2] ،، الحج، ۲۹۔

[3] ،، البقرہ، ۱۵۸۔

[4] ،، ،، ۱۹۸۔

ترجمہ: پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس اللہ کو یاد کرو۔ اللہ کو اس طرح یاد کرو جیسے تمہیں بتایا ہے اور اس سے قبل تم ناواقف تھے۔ پھر تم سب اسی جگہ سے (عرفات) ہوکر واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگتے رہو۔

۸- منیٰ میں قیام

واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی۔ ؎۱

ترجمہ: اور مقررہ دنوں میں بکثرت اللہ کا ذکر کرو۔ پس جو شخص دو دن میں مکہ واپس آنے میں تعجیل کرے گا اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو شخص تاخیر کرے گا اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اس شخص کے لیے جو اللہ سے ڈرے۔

۹- قربانی کا حکم

ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام۔ ؎۲

ترجمہ: ہر امت کے لیے ہم نے قربانی مقرر کی تاکہ وہ ان مویشیوں پر جو اللہ نے انہیں دیے ہیں اللہ کا نام لیا کریں۔

والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف، فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر۔ ؎۳

ترجمہ: قربانی کے جانور کو ہم نے شعائر اللہ میں سے بنایا ہے۔ ان جانوروں میں تمہارے

؎۱ قرآن، البقرہ ۲۰۳۔

؎۲ ، ، الحج ، ۳۰۴۔

؎۳ ، ، ۳۶۔

لیے منافع ہیں۔ پس انہیں ذبح کرنے کے لیے کھڑا کرو تو اللہ کا نام لیا کرو۔ پھر جب وہ کسی پہلو پر گر جائیں تو تم خود بھی کھاؤ اور غریبوں مسکینوں کو بھی کھلاؤ۔

ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام، فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر۔[1]

ترجمہ: اللہ نے جو انہیں مویشی اور چوپائے دیے ہیں ان کو مقررہ دنوں میں اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں۔ پھر تم خود بھی اس میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ فقراء کو بھی کھلاؤ۔

۱۰۔ احصار اور تمتع کے احکام

فان احصرتم فما استیسر من الھدی ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ فمن کان مریضاً او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک، فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام۔[2]

ترجمہ: پس اگر تم کسی سبب سے حج سے روک دیے جاؤ تو قربانی کا جانور جو میسر ہو (دے دو) اور اس وقت تک اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک کہ قربانی کا جانور اپنے موقع پر نہ پہنچ جائے۔ پس جو کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (اور وہ سر منڈا دے) تو روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی۔ پس جب امن کی حالت ہو تو جو شخص ایک سفر میں حج اور عمرہ دونوں کا فائدہ اٹھاتا ہے تو جو میسر ہو قربانی دے۔ جسے قربانی میسر نہ ہو تو تین دن ایام حج میں اور سات دن واپسی پر روزے رکھے۔ یہ پورے دس ہیں۔ یہ سہولت ان لوگوں کے لیے ہے جن کے خاندان مسجد حرام کے آس پاس

---

[1] قرآن: الحج، ۲۸۔

[2] قرآن ۲ البقرہ ۱۹۶۔

نہیں رہتے۔

حلت و حرمت کے احکام

قرآن حکیم نے مختلف کھانے پینے اور استعمال کی چیزوں میں حلت و حرمت کا ایک واضح خط امتیاز کھینچا ہے۔ اس ضمن میں بعض اصول و کلیات بیان کیے ہیں اور بعض مقامات پر جزئیات کی تصریح کی ہے۔ [۱]

اصول حلت و حرمت

قرآن حکیم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض بیان کرتے ہوئے بتایا:

یحل لھم الطیبت و یحرم علیھم الخبائث۔ [۲]

نبی امی ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

اس آیت میں اصول تشریع کے نقطہ نظر سے دو امور قابل غور ہیں۔

۱۔ حلت و حرمت کا دار و مدار اس چیز کے ذاتی حسن و قبح پر ہے۔ ایسی چیزیں جو انسانی فطرت کے لیے مرغوب ہیں اور انسان انہیں پسندیدہ سمجھتا ہے وہ حلال کی گئی ہیں اور جن چیزوں سے فطرت انسانی اباء کرتی ہے ان کو حرام قرار دیا گیا۔

۲۔ لیکن یہ امر ہر انسان کی ذاتی افتاد طبع پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ حلت و حرمت کا اختیار پیغمبر اسلام کو دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ اشیاء کو جن کی حرمت کی تصریح قرآن میں نہیں ہے سنت نے حرام قرار دیا ہے اور سنت کو حلت و حرمت کا اختیار مذکورہ بالا

---

[۱] اسلام میں حلت و حرمت کے مسائل بہت اہمیت رکھتے ہیں اور ان کے گوناگوں معاشی، معاشرتی اور اخلاقی اثرات بھی پڑتے ہیں۔ ہمارا موضوع ان تفصیلات کا متحمل نہیں ہے۔ تفصیلات جاننے کے لیے دیکھیے، الاستاذ یوسف القرضاوی الحلال والحرام فی الاسلام۔

[۲] قرآن، الاعراف ۱۵۷۔

آیت سے ملا اس لیے آنحضرتؐ کی حلال و حرام کی ہوئی اشیاء بھی درحقیقت قرآن کی حرام یا حلال کی ہوئی سمجھی جائیں گی۔

بعض اشیاء کی حرمت کا ذکر

قرآن نے مذکورہ بالا اصول کے بعد بعض اشیاء کی حرمت کی تصریح بھی کی ہے۔

۱۔ وہ اشیاء جو غیر اللہ کے نام پر صدقہ کی جائیں یا وہ جانور جن کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا جائے یا غیر اللہ کا نام لیا جائے حرام قرار دی گئی ہیں۔

لا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیه وانه لفسق۔[1]

ایسے جانور مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اور یہ خدا کی عدول حکمی ہے۔

ما جعل اللہ من بحیرة ولا سائبة ولا وصیلة ولا حام و لکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب۔[2]

اللہ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو مشروع نہیں کیا بلکہ کافروں نے اللہ پر افترا پردازی کی ہے۔

بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام عرب کے مشرکوں کی اصطلاحات ہیں۔ بعض خاص صفات والی اونٹنیوں اور اونٹوں کو یہ نام دیئے گئے ہیں اور انہیں غیر اللہ سے نامزد کر کے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ان کے علاوہ بھی کچھ چیزوں کی حرمت کی تصریح کی گئی ہے مثلاً:

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان

---

[1] ایضاً، الانعام، ۱۲۱۔

[2] ایضاً، المائدة، ۱۰۶۔

تستقسموا بالازلام - ۱؎

ترجمہ: تم پر حرام کیے گئے مردار، خون، خنزیر کا گوشت، وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، جو گلا گھٹنے سے مر جائے، جو کسی ضرب سے مر جائے، جو گر کر مر جائے، جو کسی ٹکر سے مر جائے، جس کو کوئی درندہ مار کھائے، البتہ اگر ان زخمی جانوروں کو ذبح کر لیا جائے تو یہ حلال ہو جائیں گے۔ اور وہ جانور جو عبادت گاہوں پر ذبح کیے جائیں اور یہ کہ تم قرعہ کے تیروں کے ذریعے گوشت تقسیم کرو۔

بعض حلال جانوروں کا ذکر

جس حلال جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اسے کھانا جائز ہے۔

فکلوا مما ذکر اسم اللّٰہ علیہ ان کنتم بایاتہ مومنین - ۲؎

ترجمہ: جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہے انہیں کھاؤ اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔

مختلف انواع کے مویشی حلال ہیں۔

ومن الانعام حمولۃ وفرشا کلوا مما رزقکم اللّٰہ ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین ثمانیۃ ازواج من الضأن اثنین ومن المعز اثنین قل ءآلذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبؤنی بعلم ان کنتم صدقین ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل ءآلذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین - ۳؎

ترجمہ: کچھ مویشی اونچے قد کے ہیں کچھ چھوٹے قد کے، جو اللہ نے تمہیں دیا اس میں سے کھاؤ

۱؎ قرآن: المائدہ، ۳

۲؎ ” الانعام، ۱۱۸

۳؎ ” ” ۱۴۳، ۱۴۴

اور شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یہ مویشی آٹھ نر و مادہ ہیں۔ بھیڑ میں دو، بکری میں دو۔ کیا ان کے نر حرام ہیں یا مادہ کوئی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ اونٹوں میں دو اور گائیوں میں دو۔ کیا ان کے نر حرام ہیں یا مادہ یا وہ بچہ جو مادہ کے رحم میں ہے۔

شکاری جانور کا شکار اور اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا گیا۔

یسئلونک ماذا احل لھم، قل احل لکم الطیبت و ما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ ...... الیوم احل لکم الطیبت وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم۔ [1]

ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کے لیے حلال ہیں۔ فرما دیجیے کہ پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دیتے ہو پھر تم ان کو چھوڑتے ہو۔ تم انہیں اس طریقے سے تعلیم دیتے ہو جو اللہ نے تمہیں سکھایا ہے —— پس جو شکار پکڑ کر وہ تمہارے لیے روکے رکھیں اسے کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ بھی۔

اس طرح آبی جانور مچھلی وغیرہ حلال قرار دی گئی۔

احل لکم صید البحر وطعامہ متاعاً لکم وللسیارۃ۔ [2]

تمہارے لیے آبی جانوروں کا شکار حلال کیا گیا۔ اس کا کھانا اور اس سے نفع اٹھانا تمہارے لیے حلال ہیں اور مسافروں کے لیے بھی مشروبات میں سے شراب کو حرام قرار دیا۔

یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ۔ [3]

---

[1] قرآن: المائدہ ۵۔

[2] ۔۔ : ۔۔ ۹۶۔

[3] ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

ترجمہ: اے ایمان والوں شراب، جوا، اور بت اور پانسے ناپاک چیزیں ہیں شیطانی عمل ہے۔ اس سے بچو۔

شراب کے علاوہ دیگر مسکرات کی حرمت حدیث نبوی سے ثابت ہے۔

قرآن کی منصوص اشیاء کے علاوہ بعض اور اشیاء بھی ایسی ہیں جنہیں حدیث اور سنت نے حرام قرار دیا ہے۔ مثلاً گدھے کا گوشت، ہر نشہ آور شے، ان اشیاء کی تفصیلات کتب حدیث اور فقہ میں موجود ہیں۔ قرآن حکیم نے صراحت سے یہ بتا دیا ہے کہ تحلیل و تحریم کا اختیار اللہ کی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہے اس لیے اگر کسی چیز کی حرمت قرآن حکیم میں مذکور نہیں ہے تو اسے بے دریغ جائز اور حلال کہہ دینے سے پہلے سنت سے اس کی تحقیق کر لینا ضروری ہے۔

نظام الایمان (قسموں کے بارے میں احکام)

قسم کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ اگر گزرے ہوئے کسی واقعہ کے بارے میں کوئی شخص قسم کھائے تو اگر وہ قسم سچی ہے تو اس کے بارے یہی ہے کہ بلا ضرورت قسم نہیں کھانی چاہیئے البتہ جب کوئی ضرورت پیش آئے مثلاً عدالتی تقاضا پورا کرنے کے لیے تو سچی قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر گزرے ہوئے واقعہ پر جھوٹی قسم کھائی تو اسے یمین غموس کہتے ہیں۔ گویا جھوٹی قسم کھانے والے نے جہنم کی آگ میں جان بوجھ کر چھلانگ لگادی اور کوئی بڑے سے بڑا کفارہ بھی اس گناہ کی مکافات نہیں ہو سکتا۔ یہ ان گناہوں میں سے ہے جو صرف سچی توبہ سے دھل سکتے ہیں۔

۲۔ یمین لغو: بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ بات بے بات قسم کے الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں اور نہ تو ان کی اپنی نیت قسم کھانے کی ہوتی ہے اور نہ سننے والا اسے قسم سمجھتا ہے گویا قسم کے الفاظ بعض لوگوں کا تکیہ کلام ہو جاتے ہیں۔ یہ کام اگرچہ پسندیدہ نہیں ہے لیکن اس پر اللہ کی طرف سے کوئی قانونی مواخذ نہیں ہوتا۔

ارشاد ربانی ہے۔

لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم[1]

[1] البقرہ: ۲۲۵

اللہ تم پر تمہاری لغو قسموں پر مؤاخذ نہیں کرے گا بلکہ ان قسموں پر مؤاخذہ کرے گا جو تم نے اپنے دلی ارادے سے کی ہیں۔

۳۔ یمین منعقدہ: اگر کوئی شخص آئندہ کے کسی کام کے لیے قسم کھالیتا ہے تو اسے یمین منعقدہ کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر کسی ناجائز کام کو چھوڑنے یا جائز کام کرنے کی قسم کھائی تو اسے حتی المقدور پورا کرے۔ اور اگر ایسی قسم کھائی جس سے قسم کھانے والا اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام یا حرام کو حلال کر دیتا ہے تو قرآن کا حکم ہے:

قد فرض الله لكم تحلة ايمانكم ۔[1]

اللہ نے تم پر اس طرح کی قسمیں توڑ دینا فرض کر دیا ہے۔

اگر یمین منعقدہ توڑ دی جائے تو اس کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہے جس کے بارے میں قرآن کا حکم ہے۔

لايواخذكم الله باللغو في ايمانكم ولكن يواخذكم بما عقدتم الايمان فكفارته اطعام عشرة مساكين من اوسط ما تطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة، فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام ذالك كفارة ايمانكم اذا حلفتم، واحفظوا ايمانكم ۔[2]

اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری لغو قسموں پر مؤاخذ نہیں کرے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر مؤاخذہ کرے گا، پس اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اوسط درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو۔ یا انہیں کپڑے پہناؤ یا گردن آزاد کرو۔ جسے یہ چیزیں میسر نہ ہوں وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب قسم کھاؤ تو اپنی قسموں کی

---

[1] ایضاً، التحریم: ۲

[2] ایضاً، المائدہ: ۸۹

حفاظت کیا کرو۔

معاملات

اوپر ہم نے مباحث فقہیہ کو دو اقسام میں تقسیم کیا تھا عبادات اور معاملات۔ پھر معاملات کی ذیلی تقسیم کرتے ہوئے انہیں سات عبادات کے تحت درج کیا تھا۔ عبادات کے بارے میں قرآنی تشریع کے تذکرہ کے بعد اب اسی ترتیب سے معاملات کے بارے میں قرآنی قانون سازی کا مطالعہ کیا جائے گا۔

۱۔ مناکحات یا احوال شخصیہ کے بارے میں احکام

انسانی معاشرت کی بنیاد مرد اور عورت کے باہمی خوشگوار تعلق پر ہے۔ قرآن حکیم نے اس تعلق کے لیے اس انداز سے قانون سازی کی ہے کہ یہ تعلق انتہائی پختہ ہو لیکن اس کی پختگی کی اساس باہمی مودت و رحمت ہو۔ قرآن نے عقد نکاح کو "میثاق غلیظ" قرار دیا ہے۔

واخذن منکم میثاقا غلیظا۔ [۱]

تمہاری بیویاں تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔

اور یہ میثاق غلیظ باعث سکون اور موجب مودت و رحمت ہے۔

اللہ کی آیات میں سے ہے کہ اس نے تمہیں میں سے تمہارے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کی۔

ومن ایاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا و جعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ [۲]

قرآن اور حدیث میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ فرمایا

---

[۱] ایضاً النساء، ۲۱
[۲] ایضاً الروم، ۲۱

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم، ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ - [1]

تم میں جو بے نکاح ہوں ان کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور باندیوں کے بھی نکاح کرا دیا کرو۔
اگر وہ مفلس ہوں تو عجب نہیں کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

تعداد ازدواج کی تحدید

عربوں میں تعداد ازدواج کے سلسلہ میں کوئی پابندی نہیں تھی قرآن حکیم نے اسے محدود کر کے صرف چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی بشرطیکہ شوہر ان میں عدل قائم کر سکے۔ ورنہ صرف ایک بیوی پر اکتفا کرے۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنی الا تعولوا - [2]

جن عورتوں کو تم پسند کرو ان سے نکاح کر لو، دو، تین اور چار تک۔ اگر تمہیں خوف ہو کہ انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو یا باندی پر ہی۔ اس طرح امید ہے کہ تم زیادتی سے بچ سکو گے۔

محرمات نکاح

قرآن حکیم نے بعض ایسی عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا ہے جن سے نسبی، سسرالی یا رضاعی کوئی رشتہ ہو۔

---

[1] ایضاً، النور، ۳۲

[2] ایضاً، النساء، ۳

جدید سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قریبی رشتہ داروں میں شادیاں اولاد میں گوناگوں بیماریوں کا باعث بنتی ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہے:

ولا تنكحوا ما نكح اباؤكم من النساء الا ما قد سلف ۰ انه كان فاحشة ومقتاً وساء سبيلا حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم واخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الاخ وبنات الاخت وامهاتكم التی ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة وامهات نسائكم وربائبكم التی فی حجوركم من نسائكم التی دخلتم بهن فان لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم وحلائل ابنائكم الذين من اصلابكم وان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف ان الله كان غفورا رحيما۔ [1]

ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ دادا نانا وغیرہ نکاح کر چکے ہوں۔ ہاں جو بات گزر گئی سو گزر گئی۔ بے شک یہ بڑی بے حیائی اور گناہ کی بات ہے اور برا طریقہ ہے۔ تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، رضاعی مائیں، رضاعی بہنیں، ساسیں حرام کر دی گئی ہیں اور تمہاری ان بیویوں کی پہلی بیٹیاں بھی جن سے تم صحبت کر چکے ہو اور اگر صحبت نہ کی ہو تو کچھ حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں بھی اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو۔ ہاں جو گزر گیا سو گزر گیا، اللہ غفور الرحیم ہے:

جو عورت کسی دوسرے کی منکوحہ ہو وہ بھی حرام ہے۔

والمحصنت من النساء۔ [2]

---

[1] ایضاً ۲۲،۴: ۲۳

[2] ایضاً ۴، ۲۴

اور کسی دوسرے کی منکوحہ عورت۔

مسلمانوں اور مشرکین کی باہمی مناکحت بھی حرام قرار دی گئی ہے۔

ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن ولامة مؤمنة خیر من مشرکة ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم۔[1]

اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں کے ساتھ جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں مسلمان باندی مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھی ہی لگے اور مشرک مردوں سے اپنی عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ مومن غلام مشرک سے بہتر ہے گو وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو۔

بدکردار مرد اور بدکردار عورت کو ایک دوسرے کا ساتھی بننا چاہیئے۔ مومنوں کو اس طرح کے مردوں اور عورتوں سے تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔

الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة والزانیة لا ینکحها الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المؤمنین۔[2]

زانی صرف زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کرے۔ اور زانیہ سے صرف زانی یا مشرک ہی نکاح کرے اور یہ مسلمانوں پر حرام ہے۔

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت

والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموهن اجورهن محصنین غیر مسافحین ولامتخذی اخدان۔[3]

---

[1] ایضاً، البقرہ، ۲۲۱

[2] ایضاً، النور، ۳

[3] ایضاً، المائدہ، ۵

اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاک دامن عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں جب کہ تم ان کا مہر ادا کرو اور پاک دامن رہنا چاہو نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی۔

وجوب مہر

قرآن حکیم نے عورتوں کے لیے مہر واجب قرار دیا۔

فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة [1]

پس جب تم عورتوں سے نفع اٹھاتے ہو تو ان کے مہر انہیں دے دیا کرو۔ جو فرض ہیں۔

تفاوت درجات

عائلی زندگی کو خوشگوار رکھنے کے لیے مرد کو انتظامی برتری عطا کی گئی ہے جب کہ عورت کو احترام میں برتری دی گئی ہے۔

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض و بما انفقوا من اموالهم، فالصلحت قنتت حفظت للغيب بما حفظ الله [2]

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس وجہ سے کہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں پس نیکوکار عورتیں وہ ہیں جو اطاعت کرتی ہے اور مرد کی غیر حاضری میں ان چیزوں کی حفاظت کرتی ہیں جن کی حفاظت کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

عورتوں کے حقوق کا تعین

ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة۔ [3]

---

[1] ایضاً: النساء، ۲۴۔

[2] ایضاً، النساء، ۳۴۔

[3] ایضاً، البقرہ، ۲۲۸

عورتوں کے بھی اس طرح حقوق ہیں جیسے کہ مردوں کے البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ برتری حاصل ہے۔

عائلی زندگی میں ناخوشگواری کا علاج

عائلی زندگی میں اگر کسی وجہ سے ناخوشگواری پیدا ہو جائے تو اسلام نے فوراً تفریق کی اجازت نہیں دی بلکہ باہمی تعلقات کو سنوارنے اور از سر نو تجدید میثاق کرنے کے لیے ایک طریق کار متعین کیا۔ اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہو تو اصلاح کا طریق کار یوں بتایا گیا ہے۔

والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع و
اضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا۔ [1]

اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بد دماغی کا خوف ہو تو پہلے ان کو زبانی نصیحت کرو، پھر ان کو خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو پھر ان کو مارو پس اگر تمہاری اطاعت شروع کر دیں تو ان کے خلاف بہانے مت ڈھونڈھو۔ اور اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو فرمایا۔

وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزاً او اعراضا فلا جناح
علیھما ان یصلحا بینھما صلحا والصلح خیر واحضرت
الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا فان کان بما
تعملون خبیرا، ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین
النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا
کالمعلقہ وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان
غفورا رحیما۔ [2]

---

[1] ایضاً النساء ۳۴

[2] ایضاً النساء ۱۲۸ - ۹

اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بد دماغی اور لاپرواہی کا خوف ہو تو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہمی مصالحت کر لیں اور صلح بہت اچھی چیز ہے، آدمی طبعاً حریص ہوتا ہے اور اگر تم احسان کرو اور تقوٰی اختیار کرو تو اللہ تمہارے تمام کاموں سے باخبر ہے تم ہر گز عورتوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے جتنا بھی چاہو پس کسی ایک کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری لٹکی ہوئی رہ جائے۔ اگر تم اصلاح کرو اور احتیاط برتو تو اللہ غفور و رحیم ہے

طلاق

عائلی زندگی اگر کسی معقول وجہ سے ناخوشگواری کے ایسے موڑ پر پہنچ جائے کہ اوپر ذکر کیے گیے اصلاحی اقدامات کے باوجود تعلقات معمول پر نہیں آتے اور دونوں یا کوئی ایک فریق مفارقت کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے لیے بھی قرآن حکیم نے ایسے اقدامات مشروع کیے ہیں جن کو اختیار کرنے کے بعد قطعی مفارقت سے پہلے اصلاح احوال کے دروازے کھلے رکھے جائیں اور بالفرض قطعی مفارقت کے علاوہ اگر کوئی اور راہ نہیں نکلتی تو بھی طلاق دو خاندانوں کے عمومی تعلقات کو کم سے کم متاثر کرے۔

اب ہم طلاق کے بارے میں قرآن حکیم کی تشریع کے اہم پہلوؤں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

۱- بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھنے کا حکم

بالعموم طلاق ایسی نفرت کا نتیجہ ہوتی ہے جو چھوٹی چھوٹی باتوں سے پیدا ہوتی ہے اور مرد اس نفرت کو پالتے رہتے ہیں تاآنکہ ایک روز وہ ناسور بن جاتی ہے۔ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ کوئی بھی عام فرد ہمہ خوبی نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص میں کچھ خوبیاں ہوتی ہیں اور کچھ خامیاں۔ شوہروں کو اپنی بیویوں کے بارے میں مثبت رویہ اپنانا چاہیئے اور ان کی خامیوں پر نظر رکھنے کے بجائے خوبیوں سے مطمئن ہونا چاہیئے۔

عاشروهن بالمعروف، فان كرهتموهن فعسىٰ ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا [1]

---

[1] ایضاً، النساء: ۱۹

ان سے ساتھ خوشگوار زندگی گزارو، اگر تم انہیں ناپسند بھی کرتے ہو تو عین ممکن ہے کہ تم کسی شے کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں تمہارے لیے بڑا فائدہ رکھا ہوا ہو۔

۲۔ مصالحتی کوششوں کا حکم

اگر کوئی عورت سرکشی پر اتر آئے اور بھی اصلاحی کوششیں (نصیحت، عارضی علیحدگی، بدنی سزا) بار آور نہ ہوں تو ان میں تفریق واقع ہونے سے پہلے معاشرے کا فرض ہے ان میں مصالحت کی کوشش کریں۔

وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها ان یرید ا اصلاحا یوفق الله بینهما۔[1]

اگر تم کو ان دونوں میاں بیوی کے درمیان کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک حکم (ثالث) مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کرو۔ اگر ان کی اصلاح کی نیت ہوئی تو اللہ ان میں اتفاق کی صورت پیدا کر دے گا۔

۳۔ طلاق کے لیے وقت کا تعین

اگر اصلاح کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور مرد طلاق کا فیصلہ کر لیتا ہے تو یہ نہیں کہ فوراً طلاق دے دے بلکہ اس کے لیے ایسا وقت مقرر کیا گیا ہے جو باہمی تجدید تعلقات کے لیے موزوں ترین ہوتا ہے یعنی طہر کی حالت میں طلاق دی جائے جب کہ اس طہر میں مباشرت نہ کی ہو۔

اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن[2]

جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینے لگو تو انہیں ان کی عدت پر طلاق دو۔

طلاق کا طریق کار

شریعت اسلامیہ نے طلاق کا طریق کار متعین کیا کہ ایک طہر میں ایک ہی طلاق دی جائے اور اگر

---

[1] النساء: ۳۵

[2] ایضاً، الطلاق: ۱

مرد چاہے تو دوسری طلاق اگلے طہر میں دے۔

الطلاق مرتان[1]

طلاق دو مرتبہ ہے۔

ایک یا دو طلاقیں دینے کے بعد مرد کو عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل رہتا ہے اور عدت کے بعد دونوں باہمی رضامندی سے از سر نو نکاح کر سکتے ہیں۔

فامساك بمعروف او تسريح باحسان[2]

پس قاعدے کے مطابق روک لو یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو۔

وبعولتهن احق بردهن فی ذلك ان ارادوا اصلاحا[3]

ان کے شوہر عدت کے اندر انہیں لوٹا دینے کے زیادہ حق دار ہیں اگر ان کی اصلاح کی نیت ہو۔

طلاق میں گواہ مقرر کیے جائیں

واشهدوا ذوی عدل منكم[4]

اپنے میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنالو۔

تیسری طلاق کے بعد کا حکم

اگر مرد اپنی بیوی کو تیسری طلاق بھی دے دیتا ہے تو پھر وہ اس کے لیے قطعی حرام ہو جاتی ہے۔

---

[1] ایضاً، البقرہ: ۲۲۹

[2] ایضاً: ۲۲۹

[3] ایضاً: ۲۲۹

[4] ایضاً: الطلاق ۲۰

فان طلقها فلا تحل لہٗ من بعد ۔ [1]

اگر اس نے اور طلاق دے دی تو عورت اس کے بعد مرد کے لیے حلال نہیں رہے گی۔

اس کے بعد حلت کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ وہ مطلقہ عورت اپنی مرضی سے کسی دوسرے مرد سے شادی کرے اور ان کے باہمی ازدواجی تعلقات قائم ہوں پھر شوہر وفات پا جائے یا اپنی آزادانہ رضامندی سے اسے طلاق دے دے تو پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔

حتیٰ تنکح زوجا غیرہ [2]

تاآنکہ اس سے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کر لے۔

طلاق کے بعد عورت سے حسن سلوک کا حکم

۱۔ طلاق سے پہلے عورت کو دیے گئے مال و اسباب میں سے واپس کچھ نہ لیا جائے

وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا [3]

اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی کرنا چاہو اور اسے ڈھیروں ڈھیر مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

۲۔ ہر طلاق یافتہ عورت کے لیے متاع (فائدہ پہنچانے کا حکم)

وللمطلقٰت متاع بالمعروف، حقا على المتقين [4]

مطلقہ عورت کو دستور کے مطابق فائدہ پہنچانا متقین پر فرض ہے۔

---

[1] ایضاً، البقرہ: ۲۲۹

[2] ایضاً، البقرہ: ۲۲۹

[3] ایضاً: النساء: ۳۰

[4] ایضاً البقرہ: ۲۴۱

۳- اگر کسی عورت کو صحبت سے قبل طلاق دی گئی

۱- اگر اس کا مہر مقرر تھا تو نصف مہر ادا کیا جائے۔

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم۔[1]

اگر تم انہیں صحبت سے پہلے طلاق دے دو اور تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو مقررہ مہر کا نصف ادا کرو۔

ب- اگر مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا کچھ مال و اسباب دے کر خوش اسلوبی سے فارغ کر دو۔

لا جناح عليكم ان طلقتموهن مالم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضة ومتعوهن على الموسع قدره وعلى المقتر قدره، متاعا بالمعروف، حقا على المحسنين۔[2]

اگر تم عورتوں کو صحبت سے قبل اور مہر مقرر ہوئے بغیر طلاق دے دو تو تم سے مہر کا مواخذہ نہیں ہے البتہ انہیں فائدہ پہنچاؤ۔ خوش حال اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی گنجائش کے مطابق۔ قاعدے کے مطابق نفع پہنچانا خوش معاملہ لوگوں پر واجب ہے۔

۴- عدت کے دوران کا نفقہ و سکنیٰ شوہر کے ذمہ ہے۔

لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان يأتين بفاحشة مبينة۔[3]

مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں ہاں اگر کھلم کھلا بے حیائی کرنے لگ جائیں تو الگ بات ہے۔

اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا

---

[1] ایضاً: ۲۳۷

[2] ایضاً: ۲۳۶

[3] الطلاق: ۱

علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتیٰ یضعن حملھن فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن وأتمروا بینکم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع لہ اخریٰ۔ [1]

مطلقہ عورتوں کو اپنی گنجائش کے مطابق رہائش دو جہاں تم خود رہتے ہو۔ اور انہیں تکلیف پہنچا کر تنگ مت کرو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کے اخراجات برداشت کرو۔ اور اگر وہ تمہارے بچے کو دودھ پلائیں تو ان کی اجرت ادا کرو۔ آپس میں اجرت قاعدے کے مطابق مشورے سے مقرر کرلیا کرو۔ اور اگر تم باہمی کشمکش میں مبتلا ہو جاؤ تو دوسری کوئی عورت دودھ پلائے گی۔

عورت کا حق طلاق

قرآن حکیم نے جس طرح مرد کو طلاق کا حق دیا ہے اسی طرح عورت کو بھی طلاق حاصل کرنے کا حق دیا جسے فقہی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں اور عورت مال دے کر طلاق خریدتی ہے جیسے کہ مرد نے مال خرچ کر کے نکاح کیا تھا۔

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ۔ [2]

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کے قوانین کی پابندی نہیں کرسکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس مال کے بارے میں جو عورت فدیہ کے طور پر دے۔

عدت کی اقسام

شوہر کی وفات یا طلاق کی صورت میں قرآن نے عورت کو عدت گزارنے کا حکم دیا ہے جو مختلف عورتوں کے لیے مختلف ہے۔

---

[1] الطلاق : ۲

[2] ایضاً، البقرہ : ۲۲۹

۱- اگر مباشرت سے قبل طلاق ہو جائے تو عدت نہیں ہے

اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا۔[1]

جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو چھونے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو۔

۲- حیض والی عورتوں کی عدت تین حیض ہیں

والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء۔[2]

مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

۳- بوڑھی اور کم عمر عورتیں جنہیں حیض نہ آتا ہو ان کی عدت تین ماہ ہے

والّٰئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر والّٰئی لم یحضن۔[3]

جو عورتیں حیض سے مایوس ہو گئی ہوں اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو۔

۴- حمل والی عورت کی عدت وضع حمل ہے

واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔[4]

حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ ان کا حمل پیدا ہو جائے۔

۵- جس عورت کا شوہر وفات پا جائے اسکی عدت ۴ ماہ دس دن ہے

---

[1] ایضاً، الاحزاب: ۴۹

[2] ایضاً، البقرہ: ۲۲۸

[3] ایضاً، الطلاق: ۴

[4] ایضاً الطلاق ۴

والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا۔[1]

جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں چار ماہ دس دن انتظار کریں۔

طلاق کی دیگر اقسام

۱۔ ایلاء: ایلاء سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے چار ماہ یا اس سے زائد مدت کے لیے قطع تعلق کی قسم کھالے۔ اگر مرد یہ قسم پوری کر لیتا ہے تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور قسم توڑ دیتا ہے تو قسم کا کفارہ ادا کرے۔

للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعۃ اشہر فان فاءوا فان اللہ غفور رحیم[2]

جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں وہ چار ماہ تک انتظار کریں۔ اور اگر قسم توڑ کر رجوع کر لیتے ہیں تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

۲۔ ظہار: ظہار سے مراد یہ ہے کہ اپنی بیوی کو ماں یا بہن وغیرہ کی طرح اپنے اوپر حرام قرار دے لینا۔

قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا و تشتکی الی اللہ واللہ یسمع تحاورکما ان اللہ سمیع بصیر الذین یظہرون منکم من نسائہم ما ھن امہاتہم ان امہاتہم الا الّٰئی ولدنہم و انہم لیقولون منکرا من القول وزورا وان اللہ لعفو غفور والذین یظہرون من نسائہم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا ذٰلکم توعظون بہ واللہ بما تعملون خبیر فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا۔[3]

---

[1] ایضاً، البقرہ، ۲۳۴
[2] ایضاً: ۲۲۶
[3] ایضاً، المجادلہ، ۴

ترجمہ: بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا اللہ سب سننے والا دیکھنے والا ہے۔ جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے انہیں جنا ہے اور وہ ایک بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک گردن آزاد کریں۔ اس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔ اگر غلام نہ ہو تو عورت کے پاس جانے سے پہلے دو ماہ مسلسل روزے رکھو اور جو یہ نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

رضاعت کے احکام

۱۔ مدت رضاعت دو سال ہے۔

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ۔[۱]

اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ حکم ان کے لیے ہے جو مدت رضاعت پوری کرنا چاہتے ہیں۔

۲۔ مطلقہ ماں اپنے بچے کو دودھ پلائے اور بچے اور ماں کا خرچ باپ ادا کرے۔

وعلی المولود لہٗ رزقھن وکسوتھن بالمعروف۔[۲]

باپ کے ذمے ہیں ان کا کھانا اور لباس قاعدے کے مطابق

۳۔ دو سال سے قبل دودھ چھڑایا جا سکتا ہے۔

۱۔ البقرہ: ۲۳۳

۲۔ ایضاً ۰۰۱

فان ارادا فصالا عن تراض منهما وتشاور فلا جناح علیهما ۔ [1]

اگر دونوں باہمی رضامندی اور مشاورت سے دودھ چھڑانا چاہیں تو کوئی گناہ نہیں۔

۴۔ آنا سے دودھ پلوانے کی اجازت۔

وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم اذا سلمتم

ما اتیتم بالمعروف ۔[2]

اگر تم اپنی اولاد کو کسی اور کا دودھ پلوانا چاہو تو کوئی گناہ نہیں جب کہ اس کی اجرت دستور کے مطابق ادا کردو۔

یتامیٰ کے حقوق

عائلی امور میں جن دیگر امور سے متعلق قرآن نے ہدایات دی ہیں ان میں ایک اہم مسئلہ یتامیٰ کا ہے یتیموں کے حقوق کے تحفظ کا بطور خاص حکم دیا گیا ہے ۔ جن میں اہم حقوق درج ذیل ہیں :

۱۔ یتیموں کی بھلائی ہر حالت میں پیش نظر رہے

یسئلونك عن الیتامیٰ قل اصلاح لھم خیر وان تخالطوھم

فاخوانکم[3]

لوگ آپ سے یتامیٰ کے بارے میں پوچھتے ہیں ۔ کہہ دیجئے ان کی مصلحت کا خیال رکھنا بہتر ہے اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل کرلو تو تمہارے دینی بھائی ہیں ۔

۲۔ وان تقوموا للیتمیٰ بالقسط

یتیموں کے معاملے میں انصاف پر قائم رہو ۔

---

[1] ایضاً ، البقرہ ، ۲۳۳

[2] ایضاً ، ،

[3] ایضاً البقرہ ، ۲۲۰

۲۔ یتامیٰ کی تربیت کرنیکا حکم تاکہ وہ اپنے مال کو سنبھال سکیں

وابتلوا الیتامیٰ حتیٰ اذا بلغوا النکاح فان اٰنستم منہم رشدا فادفعوا الیہم اموالہم۔ [1]

یتامیٰ کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب بالغ ہو جائیں تو اگر تم ان میں سوجھ بوجھ پاؤ تو ان کے اموال ان کے سپرد کر دو۔

۳۔ یتیم کے ولی کے لیے حکم

ولا تاکلوھا اسرافاً وبدارا ان یکبروا ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیراً فلیاکل بالمعروف۔ [2]

ان کے اموال کو فضول اور جلدی جلدی کھا نہ جاؤ اس خیال سے کہ یتیم بڑے نہ ہو جائیں۔ اگر ولی مالدار ہے تو یتیم کے مال سے بچے اور اگر محتاج ہے تو جائز طریقے سے کھا سکتا ہے۔

۴۔ یتامیٰ کا مال ان کو صحیح اور پورا واپس کرنے کا حکم

واتوا الیتامیٰ اموالہم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالہم الیٰ اموالکم۔ [3]

یتیموں کے مال انہیں دے دو اور اچھی چیزوں کو بُری سے نہ بدلو اور یتامیٰ کا مال اپنے مالوں سے ملا کر کھا نہ جاؤ۔

۵۔ یتامیٰ کا مال گواہوں کی موجودگی میں واپس کرو

فاذا دفعتم الیہم اموالہم فاشہدوا علیہم۔ [4]

جب یتیموں کو ان کا مال دینے لگو تو گواہ بنا لیا کرو۔

---

[1] ایضاً: النساء: ۶

[2] ایضاً ،، ،،

[3] ایضاً ،، ،،

[4] ایضاً: ۶

پردے کے احکام

پردے کے احکام کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ گھر سے باہر نکلنے اور مرد و زن کے باہمی اختلاط کے احکام

۲۔ لباس اور زینت کے اظہار کے مسائل

۳۔ نجی زندگی (privacy.) کا تحفظ

پہلی قسم سے متعلق درج ذیل احکام ہیں۔

۱۔ بلا ضرورت خواتین گھروں سے باہر نہ نکلیں اور جب باہر جانا ہو تو بن سنور کر دعوتِ نظارہ دیتے ہوئے نہ نکلیں۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الاولی۔[1]

اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور جاہلیت کے طریقے کے مطابق باہر مت گھومو پھرو۔

۲۔ جب کسی اجنبی سے بات کرنا پڑے تو پردے کی اوٹ سے بات کرو۔

واذا سالتموھن متاعاً فاسئلوھن من وراء حجاب[2]

جب ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو۔

۳۔ خواتین کو جب باہر نکلنا پڑے تو انہیں ایسی ہیئت اور اس طرح کے شرم و حیا والے لباس میں نکلنا چاہیئے جس سے دیکھنے والے انہیں اشراف زادیاں سمجھیں۔

یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین۔[3]

اے نبی! اپنی ازواج، بیٹیوں اور مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے آنچل سر سے

---

[1] ایضاً، الاحزاب: ۳۳

[2] ایضاً: ۵۳

[3] ایضاً: ۵۹

ذرا نیچے کر لیا کریں تاکہ انہیں آسانی سے پہچانا جا سکے اور انہیں کوئی پریشان کرنے کا حوصلہ نہ کرے۔

۴- بڑی بوڑھیوں کے لیے پردے کی پابندی میں نرمی۔

والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحا فلیس علیہن جناح ان یضعن ثیابہن غیر متبرجت بزینة وان یستعففن خیر لہن۔[1]

بڑی بوڑھی عورتیں جن سے کسی کو نکاح کی خواہش نہیں ہوتی ان کو کوئی گناہ نہیں اگر اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں اور اگر وہ بھی احتیاط کریں تو ان کے لیے بہتر ہے۔

دوسری قسم سے متعلق ارشاد ربانی ہے۔

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجہم ذلک ازکی لہم ان اللہ خبیر بما یصنعون، وقل للمؤمنت یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجہن ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منہا ولیضربن بخمرھن علی جیوبہن ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن او آبائہن او آباء بعولتہن او ابنائہن او ابناء بعولتہن او اخوانہن او بنی اخوانہن او بنی اخوتہن او نسائہن او ما ملکت ایمانہن او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظہروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلہن لیعلم ما یخفین من زینتہن۔[2]

مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں - یہ ان کے لیے پاکیزگی کی بات ہے - اللہ باخبر ہے ان کاموں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ ایمان والیوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں - اور اپنی زیب و زینت کا اظہار نہ کریں مگر جو اعضا کھلے رہتے ہیں اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے سامنے

---

[1] ایضاً، النور: ۶۰

[2] ایضاً: ۳۰-۳۱

یا اپنے باپ، اپنے شوہر کے باپ، اپنے شوہر کے بیٹے، اپنے بھائی، اپنے بھانجوں، مسلمان عورتوں، اپنے مملوکوں اور ایسے طفیلی مردوں کے سامنے جنہیں عورتوں سے کچھ غرض نہیں یا ان لڑکوں کے سامنے جو عورتوں کے مخصوص امور سے آگاہ نہیں۔ اور اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ مخفی زیور بجنے لگے۔

تیسری قسم میں گھروں میں جانے کے لیے اجازت لینے کے احکام ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون، فان لم تجدوا فیھا احداً فلا تدخلوھا حتی یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم واللہ بما تعملون علیم، لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتاً غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم واللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون۔ [۱]

اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں مت داخل ہو جب تک کہ ان سے اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔ اگر ان گھروں میں کوئی شخص موجود نہ ہو تو ان میں داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ البتہ ایسے مکانات میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں جن میں کوئی نہ رہتا ہو اور ان میں تمہارا کوئی سامان ہو۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

وراثت

جاہلیت میں وراثت کی تقسیم ولایت قرابت اور ولایت عقد کی اساس پر ہوتی تھی۔

---

[۱] ایضاً: ۲۷، ۲۸

اور بالعموم صرف مرد ہی وارث ہوتے تھے اسلام نے ولایت عقد کو ختم کر دیا اور اقرباء کے حصص مقرر کر دیئے۔ لیکن سب سے پہلے وارث میں صرف مردوں کے استحقاق کا اصول ختم کرتے ہوئے بتایا:

للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه اوکثر نصیبا مفروضًا۔[1]

مردوں کے لیے حصہ ہے ان کے والدین اور اقرباء کے ترکہ میں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے ان کے والدین اور اقرباء کے ترکہ میں ترکہ کم ہو خواہ زیادہ حصہ مقرر ہے۔

تقسیم وراثت

۱۔ مرد اور عورت کے حصوں میں نسبت

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔[2]

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔

۲۔ اگر صرف لڑکیاں وارث ہوں

فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترك وان کانت واحدۃ فلھا النصف۔[3]

اگر صرف لڑکیاں ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہو تو نصف۔

۳۔ والدین کا حصہ

ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترك ان کان لہ

---

[1] ایضاً، النساء: ۷

[2] ایضاً: ۱۱

[3] ایضاً: ۱۱

ولد فان لم يكن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث فان كان له اخوة فلامه السدس - [1]

والدین میں سے ہر ایک کو ترکہ کا ۱/۶ ملے گا اگر میت کی اولاد ہو اور اولاد نہ ہو اور صرف والدین وارث ہوں تو ماں کو ۱/۳ اور اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کو ۱/۶ ملے گا۔

۴۔ میاں بیوی کے حصے

ولکم نصف ما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها او دين ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها او دين - [2]

تم کو تمہاری بیویوں کے ترکہ کا ۱/۲ ملے گا اگر ان کی اولاد نہ ہو اور اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارا حصہ ۱/۴ ہے لیکن یہ ان کی وصیت نافذ کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد ہے اور تمہارے ترکہ میں سے تمہاری بیویوں کو ۱/۴ ملے گا اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کو وصیت کے نفاذ اور قرض ادا کرنے کے بعد ۱/۸ ملے گا۔

۵۔ کلالہ (جس کے ورثاء میں اولاد اور والدین نہ ہوں) کی وراثت کی قسم

يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو يرثها ان لم يكن لها ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين - [3]

---

[1] النساء: ۱۱

[2] ایضاً: ۱۲

[3] ایضاً: ۱۷۶

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں بتاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی مرجائے اس کی اولاد نہ ہو اور اس کی بہن ہو تو اسے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ (مرد) بھائی اپنی اس طرح کی بہن کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو ۲/۳ ملے گا اور اگر بھائی بہنیں سب ہوں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر ہوگا۔

اس مسئلہ کا تعلق حقیقی بھائیوں بہنوں اور علاتی (باپ کی طرف سے) بھائی بہنوں کے ساتھ ہے اور اخیافی یعنی ماں کی طرف سے بہن بھائیوں کے بارے میں حکم یوں ہے۔

وان کان رجل یورث کلالۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس فان کانوا اکثر من ذلک فہم شرکاء فی الثلث۔ ۱؎

اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک ۱/۶ ملے گا اور اگر زیادہ ہوں تو ۱/۳ میں سب شریک ہوں گے۔

وصیت کے احکام

مذکورہ بالا آیات میں وصیت کا ذکر کیا گیا ہے اور سورۃ البقرہ میں والدین اور اقربا کے لئے وصیت کا حکم بھی ہے۔ اس آیت کا مسئلہ اور اس کے بارے میں مفسرین کی مختلف آراء کا اوپر "نسخ" کی بحث میں کیا گیا ہے۔

کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین۔ ۲؎

ترجمہ: تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اور وہ مال چھوڑ رہا ہو تو اپنے والدین اور اقرباء کیلئے معقول طریقے سے وصیت کر جائے۔ یہ متقین پر فرض ہے۔

تاہم آیات وراثت کے نزول کے بعد ایک تہائی ترکہ سے زائد میں وصیت کی اجازت

۱؎ القرآن: النساء ۱۲

۲؎ [illegible]

نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الثلث ـــ والثلث کثیر۔ ایک تہائی اور تہائی بہت ہے۔

احکام مدنیہ

قرآن حکیم نے احکام مدینہ کے بارے میں کئی ایک قواعد کلیہ اور اصول بیان کیے اور ان کی تفصیلات کے لیے اجتہاد، استنباط اور استخراج کا طریق اختیار کرنے کا حکم دیا۔ احکام مدینہ کے بارے میں چند قواعد درج ذیل ہیں:

۱۔ معاہدات پورا کرنے کا حکم

یاایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود۔ [۱]

اے ایمان والو اپنے معاہدے پورے کرو۔

اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا۔ [۲]

عہد پورے کرو۔ عہد کے بارے میں بازپرس ہو گی۔

۲۔ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے کی ممانعت

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون [۳]

آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور انہیں حکام کے پاس نہ لے جاؤ تاکہ لوگوں کے مالوں کا کچھ حصہ ناحق کھا سکو اور تم جانتے ہو۔

۳۔ تجارتی نفع کا جواز

یاایہا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون

---

[۱] ایضاً، المائدہ: ۱

[۲] ایضاً، الاسراء: ۳۴

[۳] ایضاً، البقرہ: ۱۸۸

تجارۃ عن تراض منکم۔ ؎۱

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر باہمی رضامندی سے تجارت ہو تو کچھ حرج نہیں۔

۴۔ قرابت داروں کے مال کے بارے میں نرمی

غیر لوگوں سے اموال اور قریبی رشتہ داروں کے اموال کے بارے میں قرآن حکیم نے فرق کیا ہے۔

لیس علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اٰبائکم او بیوت امہاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عماتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خالاتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم ؎۲

ترجمہ: نہ تو اندھے آدمی کے لیے کوئی مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے کے لیے اور نہ بیمار کے لیے اور کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا، ماں، دادی، نانی، اپنے بھائیوں بہنوں، چچاؤں، پھوپھیوں، ماموؤں خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہاری ملکیت میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔

۵۔ حرمت ربا

یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین، فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤوس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون۔ ؎۳

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو پس

؎۱ ایضاً، النساء: ۲۹

؎۲ ایضاً، النور: ۶۱

؎۳ ایضاً، البقرہ: ۲۷۸۔ ۲۷۹

اگر تم اس طرح نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے اور اگر تم توبہ کرو تو تمہیں اصل اموال مل جائیں گے نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔

یاایہا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ۔ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو سود مت کھاؤ، کئی حصے زائد۔

۶۔ تنگ دست قرض دار کو مہلت دینے کا حکم

وان کان ذوا عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم۔ [2]

ترجمہ: اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے خوش حالی تک مہلت دو اور اگر معاف کر دو تو تمہارے لیے اور بھی بہتر ہے۔

مداینت کے احکام

یاایہا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتبا بالعدل ولا یأب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ولا یبخس منہ شیئا فان کان الذی علیہ الحق سفیہا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشھداء ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری ولا یأب الشھداء اذا ما دعوا ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ وادنی الا ترتابوا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا واشھدوا اذا تبایعتم ولا یضار کاتب ولا شھید وان

---

[1] ایضاً آل عمران: ۱۳۰

[2] ایضاً البقرہ: ۲۸۰

تفعلوا فانه فسوق بکم واتقوا الله ویعلمکم الله والله بکل شئ علیم
وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھان مقبوضۃ فان امن بعضکم
بعضًا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ ولیتق اللہ ربہ ولا تکتموا الشہادۃ ومن
یکتمھا فانہ اٰثم قلبہ واللہ بما تعملون علیم۔ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو جب ادھار کا معاملہ کسی مقررہ مدت تک کے لیے کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لازم ہے کہ تمہارے درمیان لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اس کو سکھا دیا ہے پس اسے لکھ دینا چاہیئے۔ اور اس شخص کو لکھوانا چاہیئے جس کے ذمہ حق واجب ہو اور اپنے پروردگار سے ڈرنا چاہیئے اور اس میں کچھ کمی نہ کرے پھر اگر وہ شخص جس کے ذمہ حق ہے کم عقل ہو یا کمزور ہو اور لکھوانے کے قابل نہ ہو تو اس کا ولی ٹھیک ٹھیک لکھوا دے اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنا لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو تاکہ ان دو عورتوں میں اگر کوئی ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرا دے اور گواہ جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں اور معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد کو لکھنے سے نہ اکتاؤ۔ یہ کتابت اللہ کے ہاں زیادہ قرین عدل ہے اور شہادت کو درست رکھنے والی ہے اور شبہ کو دور کرنے والی ہے۔ ہاں اگر دست بدست تمہارے درمیان کوئی سودا ہو تو تم پر کوئی الزام نہیں اگر تم اسے نہ لکھو۔ خرید و فروخت کرتے ہوئے گواہ بنا لیا کرو اور کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور اگر ایسا کرو گے تو یہ تمہارے حق میں گناہ ہوگا۔ اللہ سے ڈرو اور وہ تمہیں سکھاتا ہے اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ہو تو رہن رکھنے کی چیزیں ہی کافی ہیں جو قبضہ میں دے دی جائیں۔ اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتبار ہو تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے وہ دوسرے کی امانت ادا کر دے اور چاہیئے کہ اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ۔ جو

---

[1] ایضاً، البقرہ: ۲۸۲-۳

شخص گواہی چھپائے گا اس کا قلب گنہ گار ہوگا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

احکام جنائیہ

قرآن حکیم نے بعض سنگین جرائم کی سزائیں مقرر کی ہیں جنہیں فقہی اصطلاح میں حدود کہتے ہیں۔ قرآن حکیم نے صرف پانچ جرائم کی سزائیں مقرر کی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ قتل

ناحق کسی کو قتل کرنے پر قرآن حکیم نے قصاص کا حکم دیا ہے۔

یا ایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ الحر بالحر والعبد بالعبد الانثیٰ بالانثیٰ۔ [۱]

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر مقتولین کے بارے میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔ آزاد آزاد کے بدلے غلام غلام کے بدلے اور عورت عورت کے بدلے۔

ساتھ ہی یہ وضاحت کر دی کہ جرم کی سزا صرف مجرم کو دی جائے گی اور اس کا دائرہ وسیع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

نیز قصاص کو زندگی کے تحفظ کا موجب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون۔ [۲]

ترجمہ: تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے، اے اہل دانش تاکہ تم بچ جاؤ۔

قتل کے بدلے میں عرب میں دیت کا رواج بھی تھا۔ قرآن حکیم نے اسے باقی رکھا۔

فمن عفی لہ من اخیہ شیٔ فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان، ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ، فمن اعتدیٰ بعد ذلک فلہٗ عذاب الیم۔ [۳]

ترجمہ: جس شخص کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی مل جائے تو معقول طریقے سے خون بہا کا مطا

---

[۱] ایضاً، البقرہ ۱۷۸
[۲] ایضاً ۱۷۹
[۳] ایضاً ۱۷۸

کیا جائے اور خوش اسلوبی سے ادا کیا جائے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ جو شخص اس کے بعد بھی زیادتی کا مرتکب ہوگا تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔ نیز فرمایا:

ومن قتل مؤمنا خطاء فتحرير رقبة مومنة ودية مسلمة الى اهله الا ان يصدقوا فان كان من قوم عدو لكم وهو مؤمن فتحرير رقبة مومنة وان كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة الى اهله وتحرير رقبة مومنة فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين توبة من الله وكان الله عليما حكيما۔ [1]

ترجمہ: جو شخص کسی مؤمن کو غلطی سے قتل کردے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا باندی کو آزاد کرنا ہے اور خون بہا جو اس کے خاندان والوں کو دیا جائے مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کردیں۔ اور اگر مقتول ایسی قوم سے ہے جو تمہاری دشمن ہے اور مقتول مؤمن ہے تو ایک مؤمن غلام یا باندی آزاد کرو اور اگر وہ ایسی قوم سے ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو خون بہا اس کے خاندان کے سپرد کیا جائے اور ایک مؤمن گردن آزاد کی جائے اور اگر غلام یا باندی میسر نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اللہ کی طرف رجوع کے طور پر اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

مختلف انسانی اعضاء کے بارے میں قصاص کا قانون اس طرح بیان فرمایا۔

وكتبنا عليهم فيها ان النفس بالنفس والعين بالعين والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له [2]

ہم نے اہل کتاب پر فرض کیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور ان زخموں کا بھی بدلہ ہے۔ جو شخص اس کو معاف کردے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا۔

---

[1] ایضاً، النساء: ۹۲

[2] ایضاً، المائدہ ۵: ۴۵؛ قرآن حکیم نے تورات کے احکام اس آیت میں نقل کیے ہیں اور علماء امت کا اجماع ہے کہ احکام من قبلنا کو بیان کرکے اگر قرآن نے نکیر نہ کی ہو تو وہ ہمارے لیے حجت ہے۔

۲۔ زنا

قرآن حکیم نے زنا کی سزا سو کوڑے بتائی ہے اور اس میں تفصیلات نہیں بیان کی گئیں [1]

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ ولا تاخذ

کم بہما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ولیشہد

عذابہما طائفۃ من المومنین [1]

ترجمہ۔ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگائے جائیں اور تم کو ان لوگوں کے بارے میں اللہ کے معاملہ میں ترس نہیں آنا چاہیئے۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت پر یقین رکھتے ہو۔ اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہیئے۔

اگر باندی زنا کا ارتکاب کرے تو اسے آزاد عورت سے نصف سزا دی جائے۔

فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنت من العذاب [2]

پس جب باندیوں کی شادی ہو جائے تو پھر وہ بدکاری کا ارتکاب کریں تو انہیں آزاد عورتوں سے آدھی سزا دی جائے۔

۳۔ قذف

پاک دامن عورت پر تہمت لگانے کی سزا اسی کوڑے مقرر کی گئی۔

والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ

---

[1] القرآن، النور ۲؛ قرآن حکیم نے غیر محصن مرد اور عورت کی سزا بیان کی ہے غالباً قرآن کا مقصد یہ ہے کہ محصن مرد اور عورت سے اتنے قبیح جرم کا تصور بھی نہیں ہونا چاہیئے تاہم اگر شادی شدہ مسلمان مرد اور عورت بدکاری کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان کیلیے سزا کی تفصیل سنت سے معلوم ہوتی ہے۔ رجم کے بارے میں بحث کے لیے دیکھیے، چوہدری محمد رفیق کی کتاب حد رجم۔

[2] القرآن: النساء: ۲۵

ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا ۔ [1]

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہیں لا سکتے تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو۔

البتہ اگر شوہر اپنی بیوی پر تہمت لگائے اور چار گواہ نہ پیش کر سکے تو اس کے لیے لعان کا حکم ہے۔

والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادة احدھم اربع شھادات باللہ انہ لمن الصدقین والخامسة ان لعنة اللہ علیہ ان کان من الکذبین ٥ ویدرؤا عنھا العذاب ان تشھد اربع شھادات باللہ انہ لمن الکذبین والخامسة ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصدقین ۔ [2]

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنے علاوہ چار گواہ نہیں ہیں تو ان کی گواہی یہ ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھائیں کہ وہ سچے ہیں اور پانچویں بار یہ کہ اگر وہ جھوٹے ہوں تو ان پر اللہ کی لعنت۔ اور عورت سے سزا ٹل جائے گی اگر وہ چار بار قسم کھائے کہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ سچا ہو تو عورت پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

۴۔ سرقہ

قرآن حکیم نے چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:

والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما جزاءً بما کسبا نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم ۔ [3]

جو مرد اور عورت چوری کرے ان کے ہاتھ کاٹ دو ان کے گناہ کے بدلہ میں اللہ

---

[1] ایضاً، النور: ۴

[2] ایضاً: ۶ - ۷ .

[3] ایضاً، المائدہ: ۳۸

کی طرف سے بطور سزا یہ حکم ہے اور اللہ عزیز وحکیم ہے۔

۵۔ قطع الطریق (رہزنی)

رہزنوں، ڈاکوؤں اور باغیوں کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزیٌ فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم۔ ؎۱

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیے جائیں یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

ان سزاؤں کے علاوہ حدیث میں شراب پینے والے کی سزا کا ذکر ہے اور دیگر جرائم کے بارے میں سزائیں منصوص نہیں ہیں بلکہ ان کا فیصلہ قانون سازی کے دیگر مروجہ قواعد کی روشنی میں کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا حدود کے بارے میں بھی کئی ایک تفصیلات اور احتیاط کے احکام ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے

احکام دولیہ

مکہ معظمہ میں تیرہ سال تک مسلمانوں نے ہر طرح کے مظالم صبر وسکون سے برداشت کیے اور ان پر کسی شدید ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ مدنی زندگی میں جہاد مشروع ہوا اور اس کے بارے میں تفصیلی احکام نازل ہوئے۔ عرب ایسے معاشرے میں جہاں ـــ محبت اور جنگ میں ہر چیز روا ہے۔ کے مقولہ پہ پورے طور پر عمل کیا جاتا تھا اور جنگ کے لیے کوئی ضابطہ، قانون

؎۱ القرآن، المائدہ ۳۳

اور اصول نہیں تھا بلکہ ایک عرب شاعر اپنی غارت گری کی عادت یوں بیان کرتا ہے:

واحیانا علی بکر اخینا　　اذا مالم نجد الا اخانا

اور کبھی ہم اپنے بھائی بندوں بنو بکر پر حملہ آور ہو کر انہیں تباہ و برباد کر دیتے ہیں جب ہمیں اپنے ان بھائیوں کے علاوہ اور کوئی دست یاب نہیں ہوتا۔

اس طرح کے جنگجویانہ معاشرہ میں قرآن حکیم نے انتہائی مہذب اور منصفانہ اصول جہاد دیے جو انسانیت کے لیے سراپا رحمت ہیں۔ جہاد کے بارے میں قرآن حکیم کے بعض احکام درج ذیل ہیں:

۱۔ اذن جہاد

جہاد کے بارے میں پہلا حکم یہ نازل ہوا:

اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیرہ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا۔[1]

ترجمہ: ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ لوگ اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے۔ ان کا جرم یہ تھا کہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے پسپا نہ کرائے تو یہود و نصاریٰ کے معبد اور مسلمانوں کی مساجد جن میں بکثرت اللہ کا ذکر ہوتا ہے منہدم ہو جاتیں۔

۲۔ حکم جہاد

اس اذن کے بعد صراحۃ جہاد کا حکم دیا گیا۔ فرمایا:

قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔

---

[1] قرآن: الحج: ۳۹-۴۰۔

واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکفرین فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین o۔[1]

ترجمہ: اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تمہارے ساتھ لڑتے ہیں اور حد سے نہ گزرو بیشک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور جہاں انہیں پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے تم انہیں نکال دو اور شرارت قتل سے بڑا جرم ہے اور مسجد حرام کے پاس ان کے ساتھ لڑائی نہ کرو تاوقتیکہ وہ تم سے لڑائی نہ کریں اور اگر وہ لڑائی کریں تو ان کو بے دریغ مارو۔ کافروں کی یہی سزا ہے اگر وہ باز آجائیں تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور ان سے لڑائی جاری رکھو تا آنکہ فتنہ ختم ہو جائے اور اللہ کے دین کو بالادستی حاصل ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو کسی پر سختی نہ کی جائے بجز ظالموں کے۔

۳۔ پرامن لوگوں سے جنگ نہ کی جائے

فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللہ لکم علیھم سبیلا۔[2]

ترجمہ: پس اگر وہ کنارہ کش ہو جائیں یعنی تم سے لڑائی نہ کریں اور امن و سلامتی کے ساتھ تمہارے ساتھ رہنا چاہیں تو اللہ نے تمہارے ان کے خلاف اقدام کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رکھی۔

۴۔ صلح کرنے والوں سے صلح کی جائے

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ۔[3]

---

[1] قرآن، البقرہ ۱۹۰، ۱۹۳۔

[2] ، النساء ۹۰۔

[3] ، الانفال: ۶۱۔

اور اگر کفار صلح کے لیے آمادہ ہوں تو آپ بھی آمادہ ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ کریں۔

۵ پر امن کفار سے مصالحانہ سلوک

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الذین ولم یخرجوکم

من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین [1]

ترجمہ: اللہ تمہیں روکتا نہیں کہ جن کفار نے تم سے دینی اختلاف پر جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے احسان کرو اور ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مال غنیمت کے بارے میں احکام

مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لے کر باقی مجاہدین پر تقسیم کیا جاتا تھا۔

ارشاد ربانی ہے:

واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی

القربی والیتامیٰ والمسکین وابن السبیل۔ [2]

ترجمہ: جان لو کہ جو غنیمت تمہیں ملے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ، رسول اور قرابتداروں، یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کا حق ہے۔

یہ پانچواں حصہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے وہ مصالح عامہ پر صرف ہو جاتا تھا۔ جس کی تفصیل حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

مال فے یعنی جس غنیمت کے لیے مسلمانوں کو باقاعدہ جنگ نہ کرنا پڑی ہو اس کے مصارف بھی تقریباً وہی بتائے گئے ہیں جو خمس کے ہیں۔

---

[1] قرآن، الممتحنہ: ۸۔

[2] ؍؍ ، الانفال: ۴۱۔

ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل ...... للفقراء الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم .... والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ..... والذین جاؤا من بعدھم ۔[1]

ترجمہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو بستیوں والوں سے دلاتا ہے وہ اللہ کا رسولؐ اللہ کا اور قرابت داروں، یتامیٰ مساکین مسافروں کا حق ہے اور ان فقراء کا جو اپنے گھروں اور مالوں سے بے دخل کردیئے گئے اور ان لوگوں کا جو مدینہ میں مہاجرین کے آنے سے پہلے رہتے تھے اور ایمان لے آئے تھے اور مہاجرین سے محبت کرتے تھے اور ان لوگوں کا حق ہے جو بعد میں آئیں گے۔

جنگی قیدیوں کے بارے میں احکام

جنگی قیدیوں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ جو لوگ میدان جنگ میں گرفتار ہوں ان کو فدیہ لے کر یا بلا معاوضہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے اور جنہیں نہ چھوڑا جائے وہ غلام اور باندی بنالیے جائیں گے۔ اور غلاموں اور باندیوں کے حقوق متعین کیے گئے ہیں۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے اور کئی ایسے کفارے مقرر کیے گئے ہیں جن میں غلاموں اور باندیوں کی آزادی کا حکم دیا گیا ہے۔

حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا ۔[2]

ترجمہ یہاں تک کہ جب خوب خون ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو اس کے بعد

---

[1] قرآن، الحشر، ۷، ۹۔

[2] ،، : محمد : ۴۔

احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔

غلاموں کی آزادی کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

فلا اقتحم العقبة وما ادراك ما العقبة فك رقبة الاية۔ [۱]

ترجمہ: وہ شخص گھاٹی پر نہیں چڑھا اور تمہیں خبر ہے کہ گھاٹی کون سی ہے۔ گردن آزاد کرنا۔

جو غلام آزادی حاصل کرنے کیلیے مکاتبت کرنا چاہیں ان کے بارے میں ارشاد ہے:

والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم۔ [۲]

ترجمہ: تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتبت کرنا چاہیں ان کو مکاتب بنا دیا کرو۔

مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف "غلاموں کی آزادی ہے [۳]

نیز کفارہ قتل خطاء [۴]، کفارہ ظہار [۵] اور کفارہ یمین [۶] میں غلاموں کی آزادی کو کفارے کی متبادل صورتوں پر مقدم رکھا گیا ہے۔ [۷]

دستوری احکام

اسلامی دستور کا بنیادی اصول درج ذیل ہے:

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

---

[۱] قرآن: البلد: ۱۱، ۱۳۔

[۲] " : النور: ۳۳۔

[۳] " : التوبہ: ۶۰۔

[۴] " : النساء: ۹۲۔

[۵] " : المجادلہ: ۳،۲۔

[۶] " : المائدہ: ۸۹۔

[۷] جہاد اور اس کے متعلقات کے بارے میں اسلام نے جو انقلابی قانون سازی کی ہے اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے

مولانا مودودی "الجہاد فی الاسلام"۔

فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ
والیوم الاخر۔[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روزِ آخر پر یقین رکھتے ہو۔

اس آیت میں درج ذیل دستوری نکات واضح کئے گئے ہیں:

۱۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ہر اطاعت پر مقدم ہے۔
۲۔ اولوالامر کی اطاعت اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کے تابع ہے۔
۳۔ اولوالامر وہی ہوں گے جو مسلمان ہوں۔
۴۔ مسلمانوں کو اولوالامر سے اختلاف کا حق حاصل ہے۔
۵۔ اختلاف کی صورت میں فیصلہ کا حق اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔
۶۔ اسلامی ریاست میں ایک ایسا بالاتر ادارہ ہونا چاہیے جو عوام اور حکام کے اختلافات اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق طے کر سکے۔

عدلیہ کی آزادی

عدلیہ کو انصاف کے تقاضوں اور اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم ہے۔

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔[2]

جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو

فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوائھم۔[3]

---

[1] قرآن: النساء، ۵۹۔
[2] 〃 〃 ، ۵۸۔
[3] 〃 ، المائدہ، ۴۸۔

ترجمہ: لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

ریاست کے حقوق

اسلامی ریاست کے باشندوں کے قرآن حکیم نے چند فرائض متعین کیے ہیں جو ریاست کے حقوق ہیں۔

۱ حق اطاعت

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ [۱]

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی۔

۲۔ قانون کی پابندی اور امن وامان کا قیام

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا۔ [۲]

زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے اصلاح ہو جانے کے بعد۔

۳۔ بھلائی کے کاموں میں تعاون

تعاونوا علی البر والتقوی۔ [۳]

نیکی اور پرہیزگاری میں تعاون کرو۔

۴۔ ملکی دفاع

انفروا خفافاً وثقالاً وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ۔ [۴]

نکلو خواہ تم ہلکے ہو یا بھاری اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔

۱۔ قرآن: النساء ۵۹۔

۲۔ " الاعراف: ۸۵۔

۳۔ " المائدہ: ۲۔

۴۔ " التوبہ: ۴۱۔

شہریوں کے حقوق

۱- جان کا تحفظ

لا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔[1]

کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے ناحق قتل نہ کرو۔

۲- حقوق ملکیت کا تحفظ

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔[2]

اپنے مال آپس میں ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔

۳- عزت کا تحفظ

لا یسخر قوم من قوم...... ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب...... ولا یغتب بعضکم بعضًا۔[3]

کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے...... نہ ایک دوسرے کو عیب لگاؤ اور نہ برے لقب سے یاد کرو...... اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔

۴- نجی زندگی کا تحفظ

لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستأنسوا۔[4]

اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔

ولا تجسسو۔[5]

---

[1] قرآن: الاسراء ۳۳۔

[2] " : النساء ۲۹۔

[3] " : الحجرات: ۱۱، ۱۲۔

[4] " : النور: ۲۷۔

[5] " : الحجرات ۱۲۔

لوگوں کے بھید نہ ٹٹولو۔

۵۔ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق

لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم۔ [1]

اللہ برائی کی باتیں کرنے کو پسند نہیں کرتا ہاں اگر کسی پر ظلم ہوا ہو تو وہ مستثنیٰ ہے۔

۶۔ حق تنقید

کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون۔ [2]

بنی اسرائیل ایک دوسرے کو برے کام کرنے سے نہیں روکتے تھے اور یہ کام بہت برا تھا جو وہ کرتے تھے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ [3]

تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی دعوت دے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

۷۔ عقیدے کی آزادی

لا اکراہ فی الدین [4]

دین میں جبر نہیں ہے۔

۸۔ مذہبی دل آزاری سے تحفظ

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔ [5]

---

[1] قرآن: النساء: ۱۴۸۔

[2] ” : المائدہ: ۷۹۔

[3] ” : آل عمران: ۱۰۴۔

[4] ” : البقرہ: ۲۵۶۔

[5] ” : الانعام: ۱۰۸۔

وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو۔

۹۔ صرف اپنے اعمال کی جواب دہی کی ذمہ داری

لا تزر وازرۃ وزر اخری۔[1]

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

۱۰۔ بلا ثبوت کاروائی کی ممانعت

لا تقف ما لیس لک بہ علم۔[2]

کسی ایسی بات کے پیچھے نہ لگ جاؤ جس کا تمہیں علم نہ ہو۔

۱۱۔ حاجت مندوں کی کفالت

فی اموالھم حق للسائل والمحروم۔[3]

ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کا حق ہے۔

۱۲۔ مساوات کا حق

ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعًا یستضعف طائفۃ منھم ..... انہ کان من المفسدین۔[4]

فرعون نے زمین میں سر اٹھایا اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں بانٹ دیا ان میں سے ایک گروہ کو وہ کمزور بنا کر رکھتا ..... یقیناً وہ فسادی لوگوں میں سے تھا۔

یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔[5]

---

[1] قرآن، النجم: ۳۸۔

[2] 〃 ، الاسراء: ۳۶۔

[3] 〃 ، الذاریات: ۱۹۔

[4] 〃 ، القصص: ۴۔

[5] 〃 ، الحجرات: ۱۳۔

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور برادریاں
صرف پہچان کے لیے بنائیں تم میں سے زیادہ محترم وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔[1]
احکام کی جو تقسیم کی گئی تھی ان پر متعلقہ آیات کی مختصراً نشان دہی کر دی گئی ہے بعض
ُنات کے بارے میں آیات دوسرے احکام کے ذیل میں آگئی تھیں اس لیے ان آیات
نئے عنوانات کے تحت اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔[2]

قرآن حکیم سے استدلال و استنباط کے اصول

اسلامی قوانین کا اولین ماخذ قرآن حکیم ہے۔ فقہاء نے قرآن سے اسی حصہ سے بحث
ہے جس کا تعلق فقہی احکام سے ہے۔ لیکن یہ امر معلوم ہے کہ قرآن حکیم نے اصول اور
عد کلیہ دیے ہیں اور جزئیات سے نادراً بحث کی ہے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر قرآن
یں جزئیات کو زیر بحث لایا بھی ہے تو اس سے قرآن کا مقصد یہ ہے کہ اس جزئی واقعہ میں
لیعت کا حکم جان کر اس سے قاعدہ کلیہ اور اصول عامہ تک رسائی کی جائے۔ فقہا
لمام نے قرآن حکیم سے استدلال اور استنباط احکام کے اصول مدون کیے ہیں اور ایک

---

[1] تفصیلات کے لیے دیکھیے مولانا مودودی، خلافت و ملوکیت، باب اول، محمد صلاح الدین، بنیادی حقوق
۲—۳۱۶۔

[2] مذکورہ بالا بحث میں یہ امر ملحوظ رہے کہ آیات احکام میں بسا اوقات ایک ہی آیت کے مختلف اجزاء مختلف
ُم کے بارے میں قانون سازی کرتے ہیں مثلاً آیت مداینہ مالی معاملات، شہادت کی اہمیت اور نصاب
بادت۔ دستاویزی ثبوت، وکالت، عدل وغیرہ کئی احکام سے بحث کرتی ہے اس سے یہ اندازہ کرنا مشکل
ں کہ اسلام کے مکمل نظام کا اندرونی ربط کس قدر شدید اور ناقابل انفصال ہے۔ یہی سبب ہے کہ جب بھی
لام کو جزوی طور پر نافذ کیا گیا اس سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوئے۔ "قوانین اسلامی کا داخلی ربط" ایک
ا عنوان ہے جو فقہ اسلامی کے محققین کو دعوت تحقیق دیتا ہے۔ اس موضوع پر مزید کام کرنے کی اشد ضرورت
ہے۔

مستقل علم کی بنیاد رکھی جسے "علم اصول فقہ" کہتے ہیں[1]۔
شاہ ولی اللہ کے بقول قرآن حکیم سے استدلال و استنباط کے لیے حسب ذیل باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

۱۔ ناسخ و منسوخ: کون سی آیت ناسخ ہے اور کون سی منسوخ ہے۔
۲۔ مجمل و مفسر: کس آیت میں اجمال ہے اور کون سی آیت اس کی شرح و تفسیر کرتی ہے۔
۳۔ خاص و عام: اپنے مفہوم کے اعتبار سے کون سی آیت خاص ہے اور کونسی عام۔
۴۔ محکم و متشابہ: کون سی آیتیں عملی زندگی میں اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں اور انسانی عقل واضح طور پر ان کا ادراک کر سکتی ہے اور کون سی ایسی ہیں جن کا تعلق ایمانیات سے ہے اور ان کے حقائق ماورائے عقل ہیں۔ ان کا ادراک واضح طور پر ہماری دسترس سے باہر ہے اور ہماری ضرورت اور ذمہ داری میں داخل نہیں۔
۵۔ اس بات کا علم بھی ضروری ہے کہ عمل میں لانے کی جو باتیں ہیں وہ کس درجہ کی ہیں۔ فرض، واجب، سنت، مستحب وغیرہ اور نہ کرنے سے متعلق جو کام ہیں ان کی نوعیت کیا ہے۔ حرام، مکروہ وغیرہ[2] ذیل میں ان اصولوں پر اصول فقہ کی تالیفات کی روشنی میں ترتیب وار بالاختصار گفتگو کی جاتی ہے۔

۱۔ الفاظ قرآن کی تقسیم

فقہاء اسلام نے استنباط احکام کے لیے قرآن کریم کے الفاظ کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ خاص — عام — مشترک اور مؤول۔

---

[1] ابو الوفا افغانی کے بقول اصول فقہ پر پہلی کتاب امام ابوحنیفہ نے "کتاب الرای" کے نام سے مدون کی۔ صبحی محمصانی کے مطابق اس موضوع پر پہلی تالیف امام شافعی کی ہے تاہم اس موضوع پر تمام مکاتب فقہ کے نقطہ نظر سے بہت بڑی تعداد میں کتابیں لکھی گئیں۔ ان کی ایک قابل لحاظ فہرست "چراغ راہ" اسلامی قانون نمبر جلد ۲ کے آخر میں شائع کی گئی ہے۔

[2] عقد الجید، ص ۶۔

خاص

خاص وہ لفظ ہے جو کسی معلوم اور متعین معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو یا کسی معلوم فرد یا چیز کا نام ہو۔ خاص کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ **تخصیص الفرد:** کسی متعین فرد کا نام ہو جیسے خالد۔

۲۔ **تخصیص النوع:** وہ لفظ جو کسی خاص نوع کو ظاہر کرے مثلاً مرد (یہ لفظ انسان کی دو انواع مرد اور عورت میں سے ایک نوع کو مختص کرتا ہے۔)

۳۔ **تخصیص جنس:** وہ لفظ جو کسی جنس کی تخصیص کرے جیسے انسان (یہ لفظ ایک جنس کو دوسرے حیوانات سے الگ کرتا ہے۔

خاص کا حکم

قرآن حکیم میں جو لفظ خاص ہو اس پر عمل کرنا بہر صورت واجب ہوتا ہے اور اگر خبر واحد یا قیاس اس سے متعارض ہو تو اگر قرآن کے حکم میں کسی قسم کی تبدیلی کے بغیر دونوں میں تطبیق ممکن ہو تو فبہا ورنہ خبر واحد اور قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور کتاب اللہ پر عمل کیا جائیگا۔

مثال: والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء۔[1]

طلاق یافتہ عورتیں تین قروء (حیض یا طہر) اپنے آپ کو روکے رکھیں۔

قروء: کا لفظ حیض اور طہر دونوں معنوں میں آتا ہے اس لیے اس لفظ سے یہ متعین نہیں ہوتا کہ طلاق یافتہ عورت کی عدت حیض سے شمار ہوگی یا طہر سے لیکن ثلاثہ کا لفظ خاص ہے جو ایک متعین عدد کے لیے ہے اس لیے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ پس اگر "قروء" سے طہر مراد لیا جائے تو چونکہ طلاق طہر میں دی جاتی ہے اس لیے عدت پورے تین طہر نہیں ہو گی بلکہ دو طہر پورے اور تیسرے کا کچھ حصہ۔ اور اگر قروء سے حیض مراد لیا جائے تو ثلاثہ

---

[1] قرآن: البقرہ ۲۲۸:۲۔

پر عمل کرنا ممکن ہے اس لیے علما حنفیہ نے قروء سے حیض مراد لیا ہے تاکہ خاص پر عمل ہو جائے۔

عام: عام وہ لفظ ہے جو کسی معلوم اور متعین فرد کو ظاہر نہ کرے بلکہ لفظی یا معنوی طور پر بہت سے افراد کو شامل ہو۔

لفظی طور پر مثلاً مسلمون (بہت سے مسلمان)

معنوی طور پر جیسے ما (جو چیزیں) من (جو لوگ) یہ الفاظ صورۃ جمع نہیں لیکن معنیً جمع ہیں۔

عام کی قسمیں

عام کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ عام غیر مخصوص منہ البعض

۲ عام مخصوص منہ البعض

عام غیر مخصوص منہ البعض وہ ہے جس میں عموم کا حکم پورے طور پر موجود ہو اور کسی قسم کی تخصیص یا استثناء نہ ہوا ہو۔

عام غیر مخصوص منہ البعض کا حکم

عام غیر مخصوص کا حکم ہے کہ اس پر خاص کی طرح عمل کرنا واجب ہے۔

السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما جزاءً بما کسبا۔[1]

ترجمہ: چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے اس کام کا بدلہ ہے جو انہوں نے کیا۔

اس آیت میں جزاءً بما کسبا کے ٹکڑے میں ما کا لفظ عام ہے جو یہ بتاتا ہے کہ چوری کے جرم کی پوری تو سزا یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ پس اگر چوری کا مال ضائع ہو جائے تو چور پر اس کی ضمان واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ منصوص سزا پر اضافہ نص پر اضافہ ہے جو جائز

---

[1] قرآن، المائدہ ۵:۳۸۔

نہیں ہے۔ امام شافعی کی رائے اس مسئلہ میں مختلف ہے۔

عام مخصوص منہ البعض وہ ہے جس میں حکم ابتدائی طور پر تو عام ہو لیکن بعد میں اس میں تخصیص ہو گئی ہو۔

مثال: ارشاد ربانی ہے۔

و للہ علی الناس حج البیت (آل عمران: ۹۷)

اس حکم میں الناس عام ہے لیکن اس سے تمام لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ اس میں بچے، دیوانے وغیرہ شامل نہیں ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ (المائدہ: ۳۸)

یہ حکم عام ہے اور چوری کی ہر مقدار کو شامل ہے لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا قطع فی اقل من ربع دینار" نے اس کی تخصیص کر دی ہے۔

اس طرح آیات میراث کا حکم عام ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "لیس للقاتل میراث" نے اس کی تخصیص کر دی ہے۔

عام مخصوص منہ البعض کا حکم

جب کسی عام میں کسی دلیل کی وجہ سے تخصیص کا عمل شروع ہو جائے تو پھر خبر واحد اور قیاس سے بھی اس عام کے بعض افراد کو خاص کر لینا جائز ہے البتہ یہ عمل اس وقت تک جاری رہ سکتا ہے جب تک کہ عام کے تین افراد باقی رہیں۔ اس کے بعد عام میں تخصیص جائز نہیں کیوں کہ اگر عام کے تین افراد بھی باقی نہیں رہتے تو یہ تخصیص نہیں بلکہ نسخ ہے اور کتاب اللہ کے عام کو اس قدر وزنی نص سے کم کسی بھی دلیل سے منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ اور کتاب اللہ کے نسخ کے بارے میں اوپر ہم تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔

مطلق اور مقید

مطلق فقہی اصطلاح میں اس حکم کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کی کوئی تخصیص یا قید نہ ہو۔

مقید: وہ ہے جس کے حکم میں کوئی تخصیص یا قید پائی جائے۔

حکم: کتاب اللہ کے مطلق کا حکم یہ ہے کہ اس کے اطلاق پر عمل کیا جائے اور خبر واحد یا قیاس کے ذریعے اس کو مقید کرنا یا اس کی تخصیص کرنا درست نہیں۔

مثال: ارشاد ربانی ہے۔

فاغسلوا وجوھکم الایۃ[1]

اس آیت میں مطلق چہرہ دھونے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے اس پر نیت، ترتیب، اعضا کو پے در پے دھونا اور بسم اللہ پڑھنا وغیرہ جو شرائط حدیث میں ہیں عائد نہیں کی جا سکتیں البتہ قرآن اور حدیث پر اس طرح عمل کیا جائے گا کہ مطلقاً غسل فرض اور دوسری باتیں سنت ہوں گی اور کتاب اللہ کے حکم پر کوئی اضافہ یا تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

مشترک اور مؤول

مشترک وہ لفظ ہے جو دو یا دو سے زیادہ ایسے معانی پر مشتمل ہو جو ایک دوسرے سے مختلف ہوں اور جب مشترک لفظ کا کوئی ایک معنی کسی دلیل یا قرینہ سے متعین یا راجح ہو جائے تو اسے مؤول کہتے ہیں۔

مثال: ارشاد ربانی ہے:

والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء[2]

اس میں لفظ قروء مشترک ہے لیکن جب اس سے کوئی ایک معنی مراد لے لیا جائے تو دوسرا معنی مراد نہیں لیا جا سکتا۔

مراتب دلالت نص مراتب دلالت کے اعتبار سے کلام کی آٹھ اقسام ہیں۔ ان میں چار اقسام دوسری چار کے مقابل ہیں اس لیے

---

[1] القرآن: المائدہ: ۶

[2] ایضاً: البقرہ: ۲۲۸

ان کو متقابلات بھی کہتے ہیں۔ متقابلات یہ ہیں۔

(۱) ظاہر	—	خفی	(۲) نص	— مشکل
(۳) مفسر	—	مجمل	(۴) محکم	— متشابہ

ظاہر: اس کلام کو کہتے ہیں جس کا مفہوم محض سننے سے ہی ظاہر ہو جائے اور کسی سوچ بچار اور غور و فکر کی ضرورت نہ ہو لیکن کلام سے مقصود اصل وہ مفہوم نہ ہو۔

نص: نص اس مفہوم کو کہتے ہیں جس کے لیے اصل میں بات کی گئی ہو۔

مثال: ارشاد ربانی ہے:

احل اللّٰہ البیع وحرم الربٰو [1]

اس آیت میں بیع کی حلت اور سود کی حرمت کا مفہوم ظاہر ہے لیکن آیت کا مقصد یہ نہیں بلکہ آیت کفار کی اس بات کے جواب میں ہے کہ انما البیع مثل الربٰو۔ اس لیے آیت بیع اور ربوا میں امتیاز بتانے کے لیے آئی ہے اور یہ مفہوم نص ہے۔

مفسر: وہ ہے کہ ظاہری مفہوم جو الفاظ کے بیان سے واضح ہو اس کی تشریح و تفسیر خود متکلم کی جانب سے ہو جائے حتیٰ کہ اس میں تاویل اور تخصیص کا کوئی احتمال باقی نہ رہے۔

مثال: فاجلدوهم ثمانين جلدة [2]

اس آیت میں ثمانین کے عدد نے نص کے مفہوم میں۔ تاویل کی گنجائش نہیں رہنے دی۔

محکم: محکم اسے کہتے ہیں جو مفسر سے بھی زیادہ قوی اور یقینی ہو حتیٰ کہ اس کی خلاف ورزی ہی قطعاً ممکن نہ ہو۔

مثال: ارشاد ربانی ہے۔

انّ اللّٰہ لا یظلم الناس شیئا [3]

---

[1] البقرہ: ۲۷۵

[2] النور: ۵

[3] ایضاً: یونس: ۴۴

یہ آیت محکم ہے۔ کہ اللہ کی ذات سے کسی قسم کے ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔
ظاہر، نص، مفسر اور محکم ان چاروں پر عمل کرنا واجب ہے۔

خفی: وہ ہے جس کا مفہوم صیغہ کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی اور مانع کی وجہ سے ظاہر نہ ہو۔

مثال: ارشاد ربانی ہے۔

السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما[1]

یہ آیت چور کا حکم بتانے میں ظاہر ہے لیکن جیب کترے اور کفن چور کے بارے میں مخفی ہے۔ خفی کا حکم یہ ہے کہ اس کی وضاحت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ حکم واضح ہو جائے۔

مشکل: وہ ہے جس میں مفہوم خفی سے بھی زیادہ غیر واضح ہو۔

مثال: ارشاد ربانی ہے:

والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء[2]

قروء کا لفظ مشترک ہے۔ اس کے معنی طہر اور حیض دونوں ہیں اور مذکورہ آیت میں دونوں معانی مراد لینے کے دلائل موجود ہیں اس لیے یہ مشکل ہو گیا ہے۔

مشکل کا حکم یہ ہے کہ اس کا مفہوم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد سے کام لیا جائے۔

مجمل: جو مشکل سے بھی زیادہ غیر واضح ہو۔

مثال: ارشاد ربانی ہے:

وحرم الربوا[3]

ربوا کا معنی زیادتی ہے لیکن ہر طرح کی زیادتی حرام نہیں ہے۔ اس کا مفہوم غور و فکر سے واضح نہیں ہوتا جب تک کہ شارع خود وضاحت نہ کرے۔

متشابہ: مجمل سے بھی ایک قدم آگے ہے، اس کی مثال قرآن حکیم کے حروف مقطعات ہیں۔

---

[1] ایضاً، المائدہ: ۳۸

[2] ایضاً، البقرہ: ۲۲۸

[3] ایضاً: ۲۷۵

مدلولات نص | نص شرعی یا قانونی کا ہے مختلف طریقوں سے متعدد معانی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان معانی کو مدلولاتِ نص کہتے ہیں: مدلولات نص کی چار اقسام ہیں۔

عبارۃ النص: عبارۃ النص سے مراد وہ ہے جو نص سے مقصود ہو اور نص اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے آئی ہو۔ خواہ وہ مفہوم اصالۃً واضح ہو رہا ہو یا تبعاً ہو۔

عبارۃ النص کی بے شمار مثالیں ہیں بلکہ ہر نص جس مفہوم کے لیے آتی ہے وہ عبارۃ النص کی مثال ہو سکتی ہے البتہ مفہوم کے اصالۃً اور تبعاً ثبوت کے فرق کو ذیل کی مثال سے واضح کیا جا سکتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ [1]

اس آیت میں عبارۃ النص سے تین مفہوم واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ اپنی پسند کی عورتوں سے نکاح کا جواز۔

۲۔ تحدید ازدواج۔

۳۔ بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ایک بیوی پر اکتفا

یہ تمام مفہوم عبارۃ النص سے ثابت ہوتے ہیں البتہ دوسرے دونوں مفہوم اصلاً ثابت ہیں اور اول الذکر تبعاً ثابت ہوتا ہے۔

اشارۃ النص: وہ مفہوم جو نص میں اضافہ کیے بغیر الفاظ سے ثابت ہو لیکن الفاظ سے ظاہر نہ ہو اور نہ ہی سیاق کلام سے وہ مفہوم متصور ہو۔

مثال: ارشاد باری ہے۔

---

[1] قرآن، النساء: ۳

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم[1]

اس آیت میں سیاق کلام کا مقصد تو یہ ہے کہ مہاجرین مال فے کے مستحق ہیں لیکن اشارۃ النص سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان کے مال پر جب کافر کا قبضہ ہو جائے تو وہ کافر کی ملکیت متصور ہو گا کیونکہ اگر مکہ معظمہ میں رہ جانے والا مال بدستور مہاجرین کی ملکیت سمجھا جاتا تو انہیں الفقراء کہنا درست نہ ہوتا۔

۳۔ دلالت النص: دلالت النص وہ ہے جس سے اس حکم کی علت معلوم ہو جائے جو شارع کا مقصد ہے لیکن یہ علت صرف لغوی معنی کے اعتبار سے معلوم ہو اور اس میں اجتہاد اور استنباط کا دخل نہ ہو۔

مثال: ارشاد ربانی ہے:

فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما[2]

ہر عربی جاننے والا شخص یہ الفاظ سنتے ہی سمجھ جاتا ہے کہ اُف کہنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ والدین کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے۔ کوئی شخص اگر اپنے والدین کو اُف تو نہ کہے لیکن انہیں کوئی بدنی یا ذہنی اذیت پہنچائے تو واقف لغت شخص یہ سمجھ جائے گا کہ اس نے اس آیت کی خلاف ورزی کی ہے۔

عبارۃ النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص پر عمل کرنا واجب ہے۔ بلکہ دلالۃ النص کے عموم .... پر عمل کیا جائے گا۔

۴۔ اقتضاء النص: اقتضاء النص دراصل نص پر ایک ایسا اضافہ ہے جس کے بغیر نص کے معانی درست نہیں ہوتے۔ گویا یہ نص کا تقاضا ہے کہ یہ مفہوم مقدر مانا جائے۔

مثال: ارشاد ربانی ہے۔

---

[1] القرآن: الحشر: ۸

[2] القرآن: بنی اسرائیل: ۲۳

حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم [1]

اس میں زواج کا لفظ مقدر ماننا جائے گا کہ ان سے نکاح حرام ہے اور حرمت علیکم المیتۃ والدم [2] ... میں "اکل" کا لفظ مقدر ماننا جائے گا کہ ان کا کھانا حرام ہے ان الفاظ کے مقدر ماننے بغیر نص کا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔

مفہوم مخالف — مفہوم مخالف سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی نص کسی قید سے مقید، کسی صفت سے موصوف، کسی شرط سے مشروط، کسی غایت سے محدود اور کسی عدد سے متعلق ہو تو نص کا حکم اس خاص موقع کے لیے ہوگا۔ جس جگہ وہ شرط نہ پائی جائے وہاں اس حکم کی نفی کو مفہوم مخالف کہتے ہیں۔ مفہوم مخالف کے بارے میں اصول یہ ہے کہ

النص الشرعی لا دلالۃ لہ علی حکم فی مفہوم المخالفۃ [3]

نص شرعی مفہوم مخالف میں حکم پر دلالت نہیں کرتا۔

مثال: ارشاد ربانی ہے:

قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرماً علیٰ طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا [4]

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ دم مسفوح (بہنے والا خون حرام) ہے۔ اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ دم غیر مسفوح حلال ہو لیکن یہ مفہوم مراد لینا درست نہیں ہے۔ مفہوم مخالف کو مختلف قیود کے اعتبار سے پانچ انواع میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ا۔ **مفہوم وصف**: ارشاد ربانی ہے:

وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم [5]

---

[1] ایضاً، النساء: ۲۳
[2] المائدہ: ۳
[3] عبدالوہاب خلاف، علم اصول الفقہ، دار القلم کویت ۱۹۷۲، ص ۱۵۳
[4] القرآن، الانعام: ۱۴۶
[5] ایضاً، النساء: ۲۳

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو بیٹے صلبی نہ ہوں مثلاً رضاعی ہوں ان کی بیویاں اس حکم میں شامل نہ ہوں جب کہ ایسا نہیں ہے۔ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے

یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب

۲۔ **مفہوم غایت** ارشاد ربانی ہے:

کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر[1]

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جب سفیدی اور سیاہی واضح نہ ہو تو کھانے پینے کی اجازت ہے۔

۳۔ **مفہوم شرط**: ارشاد ربانی ہے:

وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن[2]

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر مطلقہ حاملہ نہ ہو تو اس پر خرچ نہ کیا جائے۔

۴۔ **مفہوم عدد**: ارشاد ربانی ہے:

فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام[3]

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو یمین کے پہلے کفارے دے سکتا ہو وہ تین دن سے کم یا زیادہ روزے رکھے۔

ارشاد ربانی ہے:

۵۔ **مفہوم لقب** محمد رسول اللہ[4]

اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ محمدؐ کے علاوہ کوئی رسول اللہ نہیں ہے۔

مفہوم مخالف کے بارے میں ائمہ کے اقوال

علمائے اصول اس امر پر متفق ہیں کہ مفہوم مخالف مراد نہیں

---

[1] ایضاً، البقرہ: ۱۸۷

[2] ایضاً، الطلاق: ۶

[3] قرآن، المائدہ: ۸۹

[4] ایضاً، الفتح: ۲۹

یا جائے گا۔ دوسری اقسام کے بارے میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر یہ اقسام نص کے علاوہ نہیں پائی جائیں تو مفہوم مخالف کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور اگر نص شرعی یا قانون میں پائی جائیں تو جمہور علماء اصول مفہوم مخالف کو معتبر مانتے ہیں لیکن حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ نص میں جو قید یا شرط ہے اسے واقعی قید اور شرط قرار دے کر اس حکم کو اسی صورت کے لیے مختص سمجھا جائے اور مفہوم مخالف سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اسے اس نص کا مدلول نہ قرار دیا جائے بلکہ اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے دوسرے دلائل اور احکام معلوم کیے جائیں۔

تفسیری رجحانات اور فقہی اسلوب تفسیر

قرآن حکیم کی تفسیر میں شاہ ولی اللہ کے بقول سات طرح کے رجحانات سامنے آئے ہیں۔

۱۔ تفسیر بالماثور: یہ محدثین کا طریقہ ہے۔ قرآن کی تفسیر مرفوع روایات، آثار صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے اقوال سے کی جائے۔ تفسیر طبری اور تفسیر ابن کثیر اس رجحان کی نمائندہ تفسیریں ہیں۔

۲۔ کلامی تفسیر: غیر مسلموں اور بعض اسلامی فرقوں سے عقائد و نظریات کی بحث نے علم کلام کو جنم دیا اور قرآن حکیم کی بعض تفاسیر کلامی انداز میں لکھی گئی ہیں۔ امام رازی کی مفاتیح الغیب اس رجحان کی نمائندہ تفسیر ہے۔

۳۔ فقہی انداز میں تفسیر: قرآن حکیم کے فقہی مسائل کی تفسیر اس پر آئندہ سطور میں تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔

۴۔ لغت اور نحو کے اعتبار سے تفسیر، اس انداز سے زمخشری نے الکشاف اور قاضی بیضاوی نے انوار التنزیل لکھی ہے۔

۵۔ علم معانی و بیان کے اعتبار سے تفسیر۔ جیسے تفسیر ابی سعود

۶۔ قرأۃ و تجوید کے اعتبار سے تفسیر: بیضاوی اور مجمع البیان میں اختلاف قرأت سے واقع ہونے والے اختلاف معانی پر بحث کی ہے۔

۷۔ مسائل تصوف کے اعتبار سے تفسیر جیسے علامہ تستری کی تفسیر

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی نے ان رجحانات پر مزید دو رجحانات کا اضافہ کیا ہے۔

۱۔ تفسیر علمی، سائنسی معلومات اور تحقیقات کے اعتبار سے قرآن کی تفسیر، مثلاً طنطاوی جوہری کی الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم۔

۲۔ تفسیر الحادی، ہمارے عہد میں الحادی انداز سے قرآن کی تفسیر میں معجزات، حدود، تعدد ازواج اور حرمت ربوا کا انکار کیا گیا ہے۔

فقہی اسلوب تفسیر کا آغاز و ارتقاء[1]

قرآن حکیم میں خاصی بڑی تعداد میں مسائل فقہیہ کا حل موجود ہے۔ عہد نبوی میں جن امور میں قرآن حکیم میں حکم موجود نہ ہوتا صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا حکم معلوم کرنے کے لیے رجوع کر لیتے آپ کے وصال کے بعد نئے پیش آمدہ حوادث و وقائع کا حل معلوم کرنے کے لیے اولیں مرجع کتاب اللہ ہی قرار پائی چنانچہ صحابہ مختلف مسائل کا حل دریافت کرنے کے لیے جب آیات قرآنی میں غور و خوض کرتے تو کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ان میں اختلاف رونما ہو جاتا۔ لیکن صحابہ کا اختلاف کسی ذاتی غرض یا خود رائی پر مبنی نہیں تھا بلکہ اس اختلاف کو ہم ذیل کی مثال سے سمجھ سکتے ہیں۔

قرآن حکیم نے مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل بتائی ہے اور جس عورت کا شوہر مر جائے اس کی چار ماہ اور دس دن لیکن اگر کوئی ایسی عورت ہے جو حاملہ ہے اور اس کا شوہر وفات پا جاتا ہے تو کیا اس کی عدت وضع ہوگی یا چار ماہ دس دن۔ قرآن اس بارے میں خاموش ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کی عدت وضع حمل قرار دی ہے اور مطلقہ پر اسے قیاس کیا ہے اور حضرت علیؓ نے دونوں عدتوں میں جسے بعد میں پوری ہونے والی۔ ابعد الاجلین۔ کو اس کی عدت قرار دیا ہے۔ گویا انہوں نے احتیاط کا پہلو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ اس نوعیت کے اختلافات نے قرآن حکیم کی فقہی تفسیر کی بنیاد رکھی۔

ائمہ مذہب اور فقہاء اربعہ نے اپنی اپنی فقہوں کی بنیاد کتاب اللہ پر رکھی اور ہر ایک نے قرآن حکیم سے استدلال کیا لیکن ائمہ کا طریق قرآن کا منشا معلوم کرنے میں منحصر تھا اور کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی امام نے اپنا فقہی مسلک ثابت کرنے کے لیے آیت قرآنی کو

---

[1] تفصیلات کے لیے دیکھیے محمد حسین الذہبی التفسیر والمفسرون ۲۔ ۴۳۲۔ ۴۶۰

ل کیا ہو بلکہ وہ آیات قرآنیہ کے مدلولات سے اپنا فقہیہ مسلک تشکیل دیتے تھے اور باہمی فقہی
فات کے باوجود ایک دوسرے کی شخصیات اور ان کی آرار کے احترام کی انہوں نے ایسی
ں قائم کی ہیں جن کا تصور بھی آج کے نزاعی دور میں ناممکن ہے۔

ائمہ مذاہب کے بعد جب تقلید جامد اور مذہبی تعصب کا دور شروع ہوا تو اس عہد جہال
اور تحقیق طلب علماء بڑی تعداد میں موجود تھے علماء اور مفسرین میں ایک ایسا طبقہ بھی پیدا
جس نے قرآن اور احادیث نبویہ کو اپنے مسلک کے ثبوت کے لیے استعمال کرنا شروع
یا اور اس رجحان کو تقویت ملی کہ اپنے امام کے قول کو ہر حال میں درست ثابت کیا
ے خواہ اس کے لیے نص قطعی میں تاویل کرنی پڑے یا اسے منسوخ قرار دینا پڑے۔ مثلاً ایک
ی عالم عبداللہ الکرخی (م ۳۴۰ھ) لکھتے ہیں۔

کل آیۃ اوحدیث یخالف ما علیہ اصحابنا فھو موؤل اومنسوخ [1]

"ہر وہ آیت اور حدیث جو حنفیہ کے فقہی مسلک سے متعارض ہے مؤول ہے یا
منسوخ" ہے۔

حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول زبان زد عام ہے : اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔
چنانچہ فقہار نے کتاب اللہ کی فقہی آیات کی تفسیر لکھی۔ ان میں ایسے علمار کی تفاسیر
ہیں جنہوں نے فقہی تعصب سے بالاتر ہو کر تفسیر کی اور متعصبین کی تفاسیر بھی ہیں۔

فقہی انداز میں تفاسیر

چاروں متداول فقہی مسالک فکر کے علماء کے علاوہ ظاہریہ، خوارج اور شیعہ نے اپنے اپنے فقہی مسالک
ے ثبوت کے لیے قرآن حکیم کی تفسیریں لکھیں چنانچہ ذیل میں ان کا اجمال تعارف کرایا
اتا ہے :

حنفی فقہاء کی تفاسیر

احناف میں سے ابوبکر الرازی الجصاص (م ۳۷۰ھ) نے احکام القرآن کے نام سے تفسیر لکھی جو تین جلدوں

---

[1] تاریخ التشریع الاسلامی، السبکی والسایس والبربری: ص ۲۸۱

میں طبع ہوئی ہے۔

احمد بن سعید ملاجیون نے التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیۃ کے نام سے پانچ فقہی آیات کی تفسیر لکھی۔

شافعیہ کی تفاسیر شافعیہ میں سے ابوالحسن الطبری الکیا الہراسی (م ۵۰۴ھ) نے احکام القرآن تالیف کی۔ پھر شہاب الدین ابوالعباس احمد بن یوسف بن محمد الحلبی السمین (م ۷۵۶ھ) نے القول الوجیز فی احکام الکتاب العزیز کے نام سے فقہی تفسیر لکھی اور علی بن عبداللہ محمود الشنفکی نے احکام الکتاب المبین اور جلال الدین السیوطی نے "الاکلیل فی استنباط التنزیل" کے نام سے فقہی اسلوب پر تفاسیر لکھیں۔

مالکیہ کی تفاسیر ابوبکر بن العربی (م ۵۴۳ھ) نے احکام القرآن تالیف کی، اور ابوعبداللہ القرطبی (م ۶۷۱ھ) نے الجامع الاحکام القرآن لکھی۔

زیدیہ کی تفاسیر زیدیہ میں سے حسین بن احمد النجری نے فقہی اسلوب سے تفسیر لکھی۔ اس کے بعد شمس الدین بن یوسف بن احمد نے الثمرات البالغۃ والاحکام الواضحۃ القاطعۃ کے نام سے تین جلدوں میں تفسیر لکھی۔ محمد بن الحسین بن قاسم نے منتہی المرام شرح آیات الاحکام کے نام سے تفسیر لکھی۔

امامیہ اثنا عشریہ کی تفاسیر مقداد السیوری نے کنز الفرقان فی فقہ القرآن کے نام سے تفسیر لکھی ہے۔

ان سے تفاسیر کے علاوہ آیات احکام کی متعدد تفاسیر کا حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا تفاسیر میں سے چند تفاسیر پر ذیل میں تبصرہ کیا جاتا ہے۔

احکام القرآن للجصاص ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص (۳۰۵۔۳۷۰ھ) کی تفسیر ہے۔ الجصاص حنفی تھے اس لیے انہوں نے حنفی فقہ کو ترجیح دی ہے۔ تفسیر صرف آیات احکام کی ہے البتہ قرآن حکیم کی سورتوں کی ترتیب کے مطابق فقہی ابواب بندی کے اسلوب پر تفسیر کی لکھی گئی ہے۔

الجصاص صرف آیات سے مستنبط مسائل کے بیان پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ بہت سے متعلقہ فقہی مسائل، ائمہ کے اختلافات، دلائل وغیرہ بڑی وسعت سے بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی یہ کتاب تفسیر کی بہ نسبت فقہی تالیف سے زیادہ مشابہت رکھتی ہیں

جصاص فقہ حنفی کے لیے خاص شدت رکھتے ہیں اور یہ شدت اس وقت قابل اعتراض ہو جاتی ہے جب وہ دوسرے ائمہ فقہ کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے احتیاط نہیں کرتے مثلاً محرمات نکاح پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فقد بان ان ما قاله الشافعی وما سلمہ لہ السائل کلام فارغ لا معنی تحتہ فی حکم ما سئل عنہ۔

اور آیت وضو کے ضمن میں لکھتے ہیں: وھذا القول مما خرج بہ الشافعی عن اجماع سلف والفقھاء۔

افسوس کہ جصاص نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ امام شافعی کے اختلافی قول کی موجودگی میں اجماع کا کیا معنی ہے۔

جصاص غالباً معتزلی عقائد سے متاثر تھے اس لیے انہوں نے معتزلی عقائد کے ثبوت کے لیے کئی ایک آیات میں تأویل کی ہے۔

امیر معاویہ کے ذکر میں بھی جصاص محتاط نہیں ہیں اور انہوں نے حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو الفئۃ الباغیۃ قرار دیا ہے حالانکہ اسلاف سے امام شافعی نے کیا عمدہ بات کی ہے کہ:

تلك دماء قد طهر الله عنها ايدينا فلنطهر عنها السنتنا۔

صحابہ کے خون ایسے ہیں کہ اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو ان میں ملوث ہونے سے بچا لیا ہمیں اپنی زبانوں کو ان میں ملوث کرنے سے بچنا چاہیئے۔

۲۔ احکام القرآن عماد الدین ابو الحسن علی بن محمد بن علی الطبری الکیا الہراسی (۴۵۰ھ ۵۰۴ھ) کی تالیف ہے۔ جو شافعی المسلک مفسر ہیں۔

الطبری شافعی مسلک کے اثبات میں جصاص سے کسی طرح بھی کم متعصب نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنی تالیف کے مقدمہ میں بڑے شد و مد سے یہ بات کہی ہے کہ امام شافعی وہ واحد امام

ہیں۔ جنہوں نے اپنی فقہ کی بنیاد کتاب اللہ پر رکھی۔ اور دوسرے کسی کو یہ مقام حاصل نہیں ہوا البتہ الطبری ائمہ کے بارے میں محتاط ہیں البتہ انہوں نے جصاص سے امام شافعی کا بدلہ لینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی بلکہ انتہائی سخت اور توہین آمیز اسلوب سے جصاص کا مذاق اڑایا اور ان کی تردید کی۔

مؤلف نے کتاب کے آغاز میں ہی اپنا مقصد تالیف واضح کر دیا کہ وہ امام شافعی کے مذہب کو آیات قرآنی کے استدلال سے ترجیح دینا چاہتا ہے۔ مؤلف نے صرف آیات احکام کی تفسیر کی ہے۔

احکام القرآن قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ المعافری الاندلسی (۴۶۸ - ۵۴۳ھ) کی تالیف ہے جو مالکی المذہب تھے۔

ان کا انداز تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم کی تمام سورتوں کو طراز عنوان بنایا ہے لیکن صرف آیات احکام کی تفسیر کی ہے۔ وہ پہلے سورت کا نام بتاتے ہیں پھر اس میں آیات احکام کی تعداد بتاتے ہیں اور ایک ایک آیت کی شرح کرتے ہیں۔ اور ہر آیت سے مستنبط ہونے والے مسائل کی تعداد اور تفصیل بتاتے ہیں۔

قاضی ابوبکر ابن العربی اگرچہ مالکی المذہب ہیں اور انہوں نے تفسیر میں مالکی مسلک کو ترجیح دی ہے ان کی تفسیر کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنے مسلک کی بے جا حمایت نہیں کی اور کئی مواقع پر مالکیہ کے مذہب کو کمزور قرار دیتے ہوئے کسی دوسرے امام کی رائے کو ترجیح دے دی۔ اس معتدل نقطۂ نظر کے باوجود وہ ائمہ مذاہب کے بارے میں محتاط نہیں ہیں اور امام شافعی کے ایک قول کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولا يفهم هذا الا غبي او متغاب له[1]

یہ معنی کوئی غبی یا بتکلف غبی بننے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔

---

[1] احکام القرآن، ۱: ۸۲

اسی طرح امام ابوحنیفہ کے بارے میں انہوں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ کسی حق گو عالم کے شایان شان نہیں ہیں۔

ابن العربی تفسیر آیات میں فقہی استنباط بہت زیادہ کرتے ہیں۔ اسرائیلی روایات اور ضعیف احادیث سے نفرت کرتے ہیں۔

۴۔ الجامع لاحکام القرآن

ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی (م ۶۷۱ھ) کی تالیف ہے۔ قرطبی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اپنے اسلوب تفسیر پر روشنی ڈالی ہے کہ وہ اسباب نزول، اختلافات قرأت و اعراب غریب القرآن کے معانی اور فرق باطلہ کی تردید تفسیر اور فقہی مسائل میں ہر رائے کو صاحب رائے کی طرف منسوب کرکے اس کے دلائل اور ان کے جواب نقل کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تفسیر میں ان تمام باتوں کا التزام کیا ہے۔ القرطبی مالکی المذہب ہونے کے باوجود متعصب نہیں ہیں بلکہ ہر قول کو اس کی دلیل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ انہوں نے ائمہ مذاہب کے نہ صرف مقام اور اس کا خیال رکھا ہے بلکہ ان کے ہم مسلک پیش رو مفسر ابن العربی نے جو زیادتیاں کی تھیں ان کا ازالہ کرنے اور ابن العربی کی غلط روش پر نکیر کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ فقہی انداز پر لکھی گئی تفاسیر میں القرطبی کی تفسیر کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

۵۔ کنز العرفان فی فقہ القرآن

مقداد بن عبداللہ بن محمد بن الحسن السیوری (آٹھویں و نویں صدی ہجری) کی تالیف ہے۔ السیوری امامیہ اثنا عشریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی تفسیر کو اللہ کی سورتوں کی ترتیب پر مرتب نہیں کیا بلکہ فقہی ابواب پر مدون کیا ہے اور ہر باب کے تحت متعلقہ آیات اور اثنا عشریہ نقطۂ نظر سے تفسیر لکھی ہے۔ اپنے فقہی مسلک کے ثبوت کے لیے انہوں نے دو امور کو پیش نظر رکھا۔

۱۔ عقلی دلیل۔

۲۔ اہل بیت کا طرز عمل۔

یہ تفسیر شاذ اقوال اور بعید از کار تاویلات سے بھری ہوئی ہے۔

۶۔ الثمرات البالغۃ والاحکام الواضحۃ القاطعۃ

شمس الدین یوسف بن ؟ بن محمد الثلاثی (م ۸۳۲ھ) کی تالیف ہے۔ یوسف الثلاثی زیدیہ مسلک کے عالم تھے۔ انہوں نے قرآن حکیم کی سورۃ کی ترتیب کے اعتبار سے صرف آیات احکام کی تفسیر کی ہے پہلے آیت کی شان نزول بتاتے ہیں اور اس کے بعد اس سے مستنبط ہونے والے احکام شرعیہ بیان کرتے ہیں۔ تفسیر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے روایات و احادیث کے اخذ و قبول کے لیے کوئی معیار نہیں رکھا بلکہ ہر طرح کی ضعیف اور موضوع روایات کو قبول کر لیا ہے اور ان کے ضعف یا وضع کے بارے میں انتباہ بھی نہیں کیا۔

نیز الثلاثی نے زمخشری کی الکشاف سے بہت استفادہ کیا اور اس کی عبارتوں کی عبارتیں نقل کر دیں غالباً اس کا سبب ان دونوں کا اعتزال میں اشتراک ہے۔

الثلاثی کا انداز تفسیر یہ ہے کہ وہ ایک مسئلہ میں سلف اور خلف سب سے اقوال نقل کرتا ہے۔ صحابہ اور تابعین کے مذاہب، پھر ائمہ اربعہ کے اقوال اور ظاہریہ، امامیہ کے اقوال اور ہر ایک کے دلائل، اس کے بعد زیدیہ کا نقطۂ نظر اور زیدیہ علماء کے اختلافات کو بطور خاص درج کرنے کے بعد ان کے دلائل دیتا ہے اور دوسرے مذاہب کے دلائل کے جوابات دیتا ہے لیکن کسی اہل مذہب کی تنقیص یا توہین نہیں کرتا۔

الغرض کتاب اللہ کی تشریعی حیثیت بیان کرنے اور اس سے مسائل شرع کے استخراج و استنباط کے لیے ہر دور کے علماء نے غیر جانبدارانہ اپنے مسلک کی حدبندیوں کے اندر رہ کر ہر طرح سے علمی اور تحقیقی کام کیا لیکن قرآن حکیم ایک ایسی کتاب ہے جس کے نئے معنی گوشے آئے دن سامنے آتے ہیں اور اہل علم کو دعوت تحقیق و مطالعہ دیتے ہیں۔ قرآن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل جملہ قرآن کی لازوال بہار آفرینی کا پتہ دیتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہونگے اور بار بار دہرانے سے کبھی پارینہ نہیں ہوگا۔